اُصولِ تفسیر

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

چیئرمین: احناف ٹرسٹ

www.ahnafmedia.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اصولِ تفسیر کو ہم ایک مقدمہ اور دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

حصہ اول: متعلقاتِ قرآن

حصہ ثانی: متعلقاتِ تفسیرِ قرآن

مقدمہ:

تین فوائد پر مشتمل ہے:

1: فضائل قرآن

2: آدابِ تلاوت قرآن

3: فہم قرآن و تفہیم قرآن

حصہ اول:

پہلی بحث: قرآن؛ تعریف و وجہ تسمیہ

دوسری بحث: وحی، اقسامِ وحی اور نزول وحی کے طریقے

تیسری بحث: تاریخ نزولِ قرآن

چوتھی بحث: شان نزول

پانچویں بحث: سبعہ احرف

چھٹی بحث: ناسخ و منسوخ

حصہ ثانی:

پہلی بحث: تفسیر کا معنی، تفسیر و تاویل میں فرق

دوسری بحث: تفسیر قرآن کے قابلِ اعتبار ماخذ

تیسری بحث: تفسیر قرآن کے ناقابلِ اعتبار ماخذ

چوتھی بحث: تفسیر قرآن کے لیے ضروری علوم

پانچویں بحث: بعض مفسرین کا تعارف

چھٹی بحث: بعض تفاسیر کا تعارف

مقدمہ

فائدہ نمبر1: فضائل قرآن

حدیث نمبر1:

عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ.

(صحیح البخاری: ج2ص752باب خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھائے۔

حدیث نمبر2:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ - صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :« الْمَاھِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْکِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ یَتَتَعْتَعُ فِیہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شَاقٌّ فَلَہٗ أَجْرَانِ.(صحیح مسلم ج:1ص:269باب فضلۃ حافظ القرآن)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہوگا جو فرشتوں کے سردار ہیں اور جو شخص قرآن مجید کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

حدیث نمبر3:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ - صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - « یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آیَةٍ تَقْرَؤُھَا ». (سنن ابی داؤد ج1ص206باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن) صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے دنیا میں تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے گا۔

حدیث نمبر4:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُود یَقُوْلُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ - صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - ((مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ حَسَنَةٌ، وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِھَا ،لاَ أقول : ألم حَرْفٌ ،وَلٰکِنْ : أَلِفٌ حَرْفٌ ،وَلاَمٌ حَرْفٌ ،وَمِیمٌ حَرْفٌ)).

(جامع الترمذی ج:2ص:119باب ماجاء فیمن قرأ حرفا من القرآن مالہ من الأجر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بھی کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اسے ایک نیکی جو کہ دس نیکیوں کے برابر ہے ملے گی، میں یہ نہیں کہتا کہ "الم" ایک ہی حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف۔

حدیث نمبر5:

عَنْ سَھْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُھَنِیِّ عَنْ أَبِیہِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ - صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - قَالَ « مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیہِ أُلْبِسَ وَالِدَاہُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ضَوْؤُہٗ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِی بُیُوتِ الدُّنْیَا لَوْ کَانَتْ فِیکُمْ فَمَا ظَنُّکُمْ بِالَّذِی عَمِلَ بِھٰذَا.

(سنن ابی داؤد: ج1ص205باب فی ثواب قراءۃ القرآن)

ترجمہ: حضرت سہل بن معاذ الجہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل بھی کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اگر وہ (اس دنیا میں) تمہارے پاس ہوتا تو اس کی روشنی اس دنیا میں لوگوں کے گھروں میں چمکنے والے سورج کی روشنی سے زیادہ حسین ہوتی۔ تو اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس نے خود اس پر عمل کیا ہو؟

فائدہ نمبر2: آدابِ تلاوت قرآن

1: تلاوت کرنے کے لئے وضو کا ہونا مستحب اور چھونے کے لئے وضو کا ہونا ضروری ہے۔

2: قرآن مجید کی تعظیم کے خیال سے مسواک کرنا۔

3: پاک اور صاف جگہ پر بیٹھ کر تلاوت کرنا۔

4: تعوذ پڑھنا۔

5: تسمیہ پڑھنا۔

مسئلہ: سورت براءت (سورۃ توبہ) کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اوپر سے پڑھتا آرہا ہو تب تو بسم اللہ پڑھے بغیر ہی سورت توبہ شروع کر دے اور اگر اس سورت سے تلاوت شروع کی ہے تو عام معمول کے مطابق اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے، اسی طرح اگر اس سورت کے درمیان تلاوت روک دی تھی، تو آگے جب تلاوت شروع کرے تب بھی اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج4 ص455)

6: ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھنا۔

7: خوش آوازی اور لب و لہجہ کی درستگی کے ساتھ پڑھنا۔

8: قرآن مجید رو کر پڑھنا، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کیفیت بنالینا۔

9: تلاوت کرتے ہوئے معانی پر غور کرنا۔

10: یہ تصور کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مخاطب ہیں۔

فائدہ نمبر3: فہم قرآن اور تفہیم قرآن

فہمِ قرآن کے لیے تین شرائط:

1: عربی زبان محاوراتِ عرب کے ساتھ آتی ہو جو کہ عربی ادب کے ساتھ آئے گی۔

مثال:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ قَالَ لَهُ عَدِيٌّ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَجْعَلُ تَحْتَ وِسَادَتِي عِقَالَيْنِ عِقَالًا أَبْيَضَ وَعِقَالًا أَسْوَدَ أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ وِسَادَتَكَ لَعَرِيضٌ إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔

(صحیح مسلم: ج1 ص349 باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر الخ)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن کی یہ آیت اتری: ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (کہ رمضان میں کھایا پیا کرو جب تک کہ سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے نمودار ہو) تو میں نے اونٹ کی رسی سیاہ اور دوسری سفید اپنے تکیے کے نیچے رکھی۔ پھر آخر رات میں ان کو دیکھا۔ مجھ کو وہ کچھ صاف نظر نہ آئیں۔ صبح کو میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا۔ آپ نے ہنس کر

فرمایا: تیرا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے۔ (یعنی تو نے سمجھا نہیں، قرآن کا مطلب سیاہ اور سفید ڈورے سے رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

:2 قرآنی آیات کا پسِ منظر، شانِ نزول، Background معلوم ہو جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آئے گا۔

مثال:

عَنْ أَسْلَمَ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ: غَزَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ نُرِيدُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ وَعَلَى الْجَمَاعَةِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَالرُّومُ مُلْصِقُو ظُهُورِهِمْ بِحَائِطِ الْمَدِينَةِ فَحَمَلَ رَجُلٌ عَلَى الْعَدُوِّ فَقَالَ النَّاسُ: مَهْ مَهْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ يُلْقِي بِيَدَيْهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ. فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الأَنْصَارِ لَمَّا نَصَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَظْهَرَ الإِسْلاَمَ قُلْنَا: هَلُمَّ نُقِيمُ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحُهَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلاَ تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) فَالإِلْقَاءُ بِالأَيْدِي إِلَى التَّهْلُكَةِ أَنْ نُقِيمَ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحَهَا وَنَدَعَ الْجِهَادَ.

(سنن ابی داوٗد: ج 1 ص 340 باب فی قولہ تعالیٰ ولاتلقوا بأیدیکم الی التھلکۃ)

ترجمہ: حضرت اسلم ابی عمران فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ پر حملے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے امیر لشکر حضرت عبد الرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ (لڑائی کے وقت) رومی لشکر اپنے شہر کی دیوار سے چپکا ہوا تھا۔ مسلمانوں میں سے ایک مجاہد نے دشمنوں پر (تنہا) حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر لوگ شور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے (حالانکہ قرآن مجید میں تو آیا ہے کہ لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرما دیا تو ہم نے کہا کہ ہم کچھ عرصہ اپنے مال اور کاروبار کی اصلاح کے لئے گھروں میں رک جاتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتا دیا گیا کہ ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرنا یہ ہے کہ ہم جہاد چھوڑ کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور اپنے اموال کی اصلاح کرتے رہیں۔

:3 مرادِ خداوندی معلوم ہو جو کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آئے گی۔

مثال:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ {الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ} قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ قَالَ لَيْسَ كَمَا تَقُولُونَ {لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ} بِشِرْكٍ أَوَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ {يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ}

(صحیح البخاری: ج 1 ص 474 باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت کریمہ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا) نازل ہوئی تو ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے اوپر (گناہ کر کے) ظلم نہیں کیا؟ فرمایا یہ بات تمہارے خیال کے مطابق نہیں ہے بلکہ (لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ) میں ظلم سے مراد شرک ہے کیا تم نے لقمان کی بات جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہی تھی نہیں سنی کہ (اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے)۔

تفہیمِ قرآن کے لیے پندرہ علوم کی ضرورت:

[1]: لغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جائیں۔ نیز چند لغات کا معلوم ہو جانا ہی کافی نہیں اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔

[2]: علم نحو جس کے ذریعے اعراب درست رہیں اور معانی میں تغیر و تبدل نہ ہو۔ مثال: ﴿أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ﴾

[3]:علمِ صرف جس سے الفاظ کی پہچان رہتی ہے۔

[4]:علم اشتقاق: جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ جب دومادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے، جیسے ”مسیح“ کا لفظ ہے، اس کا اشتقاق ”مسح“ سے بھی ہے جس کا معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں اور ”مساحت“ سے بھی ہے جس کے معنی پیمائش کے ہیں۔

[5]:علمِ معانی جس سے کلام کی ترکیب معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہے۔

[6]:علمِ بیان جس سے کلام کا ظہور وخفا، تشبیہ وکنایہ معلوم ہوتا ہے۔

[7]:علمِ بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔

یہ تینوں فن ”علم بلاغت“ کہلاتے ہیں۔ تفسیر کے اہم علوم میں سے ہیں، اس لیے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے اس سے اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔

[8]:علمِ قراءت جس سے مختلف قراءتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔

[9]:علمِ عقائد جس سے کلام پاک میں خصوصاً آیات تشبیہ میں غلطی سے حفاظت رہتی ہے۔

[10]:اصولِ فقہ اس سے وجوہِ استدلال واستنباط معلوم ہوتے ہیں۔

[11]:اسبابِ نزول جس سے آیات کے معنی زیادہ واضح ہوں گے کیونکہ بسااوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شان نزول پر موقوف ہوتا ہے۔

[12]:ناسخ ومنسوخ جس سے منسوخ شدہ احکام معمول بہا احکام سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

[13]:علمِ فقہ جس کی بنا پر جزئیات اور جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔

[14]:احادیث جن کے ذریعے قران پاک کی مجمل آیات کی تفسیر اور توضیح معلوم ہوتی ہے۔

[15]:علمِ لدنی یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ شریعت پر عمل کرنے کی وجہ سے اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے: من عمل بما علم ورثه الله علم مالم یعلم. اس علم کو ”علم لدنی“ بھی کہا جاتا ہے اور ”علمِ وہبی“ بھی۔

حصہ اول: متعلقاتِ قرآن

پہلی بحث: قرآن؛ تعریف ووجہ تسمیہ

قرآن کریم کے کل نام پانچ ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں:

1:الکتاب: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیهِ (البقرۃ:2)

2:القرآن: إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا۔ (الاسراء:9)

3:الذکر: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ (الحجر:9)

4:الفرقان: تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان:1)

5:التنزیل: تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (یٰسٓ:5)

بعض حضرات نے قرآن کریم کے نام کثرت سے ذکر فرمائے ہیں، مثلاً علامہ ابو المعالی عزیزی بن عبد الملک المعروف ”شیذلہ“ [م494ھ] نے اپنی کتاب ”البرہان“ میں قرآن کریم کے پچپن نام ذکر کئے ہیں۔

(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی: ج1 ص50 النوع السابع عشر)

اور علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی [م817ھ] نے سونام ذکر فرمائے ہیں:

(بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز: ص61)

دراصل ان حضرات نے "اسماء القرآن" اور "صفات القرآن" کو جمع کر دیا ہے، یعنی قرآن کریم کی صفات مثلاً مجید، کریم، حکیم وغیرہ کو نام ذکر کر کے تعداد اس حد تک پہنچائی ہے ورنہ در حقیقت قرآن کریم کے کل نام پانچ ہیں جو اوپر ذکر کر دیے گئے ہیں۔

تعریف القرآن:

شیخ احمد المعروف ملاجیون رحمہ اللہ [م1130ھ] فرماتے ہیں:

"القرآن: المنزل علی الرسول علیہ السلام المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلاً متواتراً بلا شبہۃ۔"

(نور الانوار: ص 9، 10)

ترجمہ: قرآن (خدا کا وہ کلام ہے) جو رسول علیہ السلام پر نازل ہوا، مصاحف میں لکھا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل متواتر سے منقول ہوا۔

وجہ تسمیہ قرآن:

1: قرآن "قراءۃ" کی طرح مصدر ہے جیسے "إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ" (سورۃ القیامہ: 17) پھر مصدر کبھی اسم مفعول کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کو بھی قرآن اسی معنی میں کہا جاتا ہے یعنی "پڑھی ہوئی چیز"۔ (مباحث فی علوم القرآن: ص20)

2: قرآن کا معنی چونکہ "جمع کرنا" ہے اور قرآن سابقہ کتب کے ثمرات بلکہ تمام علوم کا جامع ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ (الانعام: 38)

مزید ارشاد ہے: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (النحل: 89)

اس لیے اس کو قران کہتے ہیں۔ (مباحث فی علوم القرآن: ص20)

دوسری بحث: وحی، اقسامِ وحی اور نزول کے طریقے

معنیٰ وحی:

لغوی معنیٰ:

شیخ مناع خلیل القطان لکھتے ہیں:

الإشارة السريعة، وذلك يكون بالكلام على سبيل الرمز والتعريض، وقد يكون بصوت مجرد، وبإشارة ببعض الجوارح.

(مباحث فی علوم القرآن: ص32)

ترجمہ: "وحی" کا معنیٰ ہے؛ جلدی سے کوئی اشارہ کرنا۔ پھر عام ہے کہ یہ اشارہ رمز و کنایہ استعمال کر کے کیا جائے، یا کوئی بے معنیٰ آواز نکال کر، یا کسی عضو کو حرکت دے کر کیا جائے۔

لغوی اعتبار سے لفظ "وحی" کئی معانی کو شامل ہے، مثلاً

1: شیطان کا وسوسہ ڈالنا، مثلاً

﴿وَإِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ﴾ (الانعام: 121)

2: فرشتوں کو خطاب، جیسے

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (الانفال: 12)

3: حیوان کی طرف ایسا الہام جو اس کی فطرت بن جائے، مثلاً

﴿وَأَوْحیٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ﴾ (النحل:68)

4: جلدی سے اشارہ کرنا، مثلاً

﴿فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحیٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ (مریم:11)

5: غیر نبی کے دل میں بات ڈالنا، مثلاً:

﴿وَأَوْحَيْنَآ إِلٰٓی أُمِّ مُوْسٰی أَنْ أَرْضِعِيْهِ﴾ (القصص:7)

وحی کا اصطلاحی معنی:

شیخ مناع خلیل القطان لکھتے ہیں:

كلام الله تعالى الْمُنَزَّلُ على نبی من أنبيائه. (مباحث فی علوم القرآن: ص32)

ترجمہ: وحی اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس کے نبیوں میں سے کسی نبی پر نازل ہو۔

اقسام وحی:

وحی کی دو قسمیں ہیں:

(1) متلو (2) غیر متلو

وحی متلو:

جس کی بطورِ قراءت تلاوت کی جائے۔

وحی غیر متلو:

جس کی بطورِ قراءت تلاوت نہ کی جائے۔

وحی متلو کی اقسام:

وحی متلو کی تین قسمیں ہیں:

(1) کلامِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ بغیر واسطہ ملائکہ کے براہِ راست نبی سے ہم کلام ہو۔ یہ سب سے اعلیٰ قسم کی وحی ہے۔

مثال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا﴾ (النساء:163)

(2) وحی قلب:

اللہ تعالیٰ نبی کے دل میں کوئی بات بلا واسطہ براہِ راست ڈال دیں خواہ حالت بیداری میں ہو یا حالتِ خواب میں ہو۔

مثال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب جس میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم تھا۔

(3) وحی ملکی:

اللہ تعالیٰ بواسطہ فرشتہ نبی کو پیغام دیتے ہیں۔ پھر کبھی فرشتہ کی آواز سنائی دیتی ہے اور کبھی فرشتہ نظر بھی آتا ہے۔ پھر فرشتہ کبھی اپنی اصلی شکل اور کبھی انسانی شکل میں آتا ہے۔

مثال: ☆ آواز کا آنا۔ حضرت عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے ورقہ بن نوفل سے فرمایا:

إذا خلوت وحدی سمعت نداء خلفی : یا محمد، یا محمد، فأنطلق هاربا فی الأرض » فقال : لا تفعل، إذا أتاك فاثبت حتی تسمع ما یقول، ثم ائتنی فأخبرنی، فلما خلا ناداه یا محمد قل : بسم الله الرحمن الرحیم . الحمد لله رب العالمین حتی بلغ ولا الضالین.

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج1 ص412)

ترجمہ: جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو اپنے پیچھے آواز سنتا ہوں: "یا محمد! یا محمد!" تو میں دوڑ پڑتا ہوں۔ ورقہ بن نوفل نے کہا: اب ایسا نہ کیجیے گا، اب جب بھی وہ (ہاتفِ غیبی) آپ کے پاس آئے تو رک جایئے اور اور سنیے کہ وہ کیا کہتا ہے، پھر میرے پاس آیئے۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تنہا کہیں تشریف فرما ہوئے تو اس (ہاتفِ غیبی) سے آواز دی: "اے محمد کہیے! بسم الله الرحمن الرحیم . الحمد لله رب العالمین" حتیٰ کہ ولا الضالین تک پڑھ دیا۔

☆ فرشتہ کا اصلی شکل میں آنا۔

ولم یر جبریل علی صورته التی خلق علیها إلا مرتین کما ثبت فی الصحیحین. (فتح الباری: ج9 ص9 کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے۔

وہ دو صورتیں یہ ہیں:

مرۃ منهبطا من السماء ومرۃ عند سدرۃ المنتهی۔

(عمدۃ القاري للعینی: باب إذا قال أحدکم آمین والملائکۃ في السماء)

ترجمہ: ایک مرتبہ جب وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر۔

☆ فرشتہ کا انسانی شکل میں آنا۔ جیسے حدیث جبرئیل میں مذکور ہے

قرآن کریم نے وحی کی ان تینوں قسموں کی طرف آیتِ ذیل میں اشارہ فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ. (الشوریٰ: 51)

ترجمہ: کسی بشر کے لیے ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے (روبرو ہو کر) بات کرے مگر دل میں بات ڈال کر یا پردے کے پیچھے یا کسی پیامبر (فرشتے) کو بھیج کر جو اللہ کی اجازت سے جو چاہے وحی نازل کرے۔

اس آیت میں ﴿وَحْيًا﴾ (دل میں بات ڈالنے) سے مراد "وحی قلب" ہے، اور پردے کے پیچھے سے مراد "کلامِ الٰہی"، اور پیامبر بھیجنے سے مراد "وحی ملکی" ہے۔

نزول وحی کے طریقے:

1: رویائے صادقہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ خواب میں دیکھتے بیداری میں ویسے ہی ہو جاتا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ. (صحیح البخاری: ج1 ص2)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا۔

2: صلصلۃ الجرس: نزول وحی کے وقت گھنٹی کی آواز کی طرح آواز سنائی دیتی تھی۔

أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ کَیْفَ یَأْتِیكَ الْوَحْیُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَحْیَانًا یَأْتِینِی مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَھُوَ أَشَدُّہُ عَلَیَّ فَیُفْصَمُ عَنِّی وَقَدْ وَعَیْتُ عَنْہُ مَا قَالَ.

(صحیح البخاری: ج1 ص2)

ترجمہ: حارث بن ہشام نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ کبھی میرے پاس گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے اور جب میں اسے یاد کرلیتاہوں جو اس نے کہا تو وہ حالت مجھ سے دور ہو جاتی ہے۔

3: تمثل ملک: فرشتہ کا انسانی شکل میں آکر پیغامِ الٰہی پہنچا جانا۔

وَأَحْیَانًا یَتَمَثَّلُ لِی الْمَلَكُ رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِی فَأَعِی مَا یَقُولُ. (صحیح البخاری: ج1 ص2)

ترجمہ: اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے اسے میں یاد کرلیتاہوں۔

4: نفس فی الروع:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کسی بھی شکل میں آئے بغیر آپ علیہ السلام کے دل میں کسی بات کا القاء فرما دینا۔ ایک روایت میں ہے:

إن جبریل علیہ السلام ألقی فی روعی أن أحدا منکم لن یخرج من الدنیا حتی یستکمل رزقہ.

(المستدرک علی الصحیحین: ج2 ص293 باب ان اللہ لا ینال فضلہ بمعصیۃ رقم الحدیث 2181 عن ابن مسعود)

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی انسان دنیا سے اس وقت تک رخصت نہیں ہوتا جب تک اپنا رزق مکمل نہ کرلے۔

5: فرشتہ کا اصلی شکل میں آنا:

کبھی کبھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی انسانی شکل کو اختیار کئے بغیر اپنی اصلی صورت میں آتے تھے، بقول علامہ ابن حجر رحمہ اللہ ایسا صرف دو بار ہوا۔ فرماتے ہیں:

ولم یر جبریل علی صورتہ التی خلق علیھا إلا مرتین کما ثبت فی الصحیحین. (فتح الباری: ج9 ص9 کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے۔

وہ دو صورتیں یہ ہیں:

مرۃ منھبطا من السماء ومرۃ عند سدرۃ المنتھی.

(عمدة القاري للعيني: باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة في السماء)

ترجمہ: ایک مرتبہ جب وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہٰی پر۔

6: بلاواسطہ مکالمہ:

ایسا معراج کے موقع پر ہوا۔

تیسری بحث: تاریخ نزولِ قرآن

تاریخ نزول قرآن سمجھنے کے لئے تمہیداً چند باتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔

1: ارہاص کی تعریف:

"رہص" سنگ بنیاد کو کہتے ہیں۔ ابنیاء علیہم السلام کی دنیا میں تشریف آوری یا ان کے دعویٰ نبوت سے پہلے حق تعالیٰ کچھ ایسی نشانیاں

ظاہر فرماتے ہیں جو خرقِ عادت ہونے میں معجزات کی طرح ہوتی ہیں اور ایسی نشانیاں چونکہ نبوت کے اثبات کا مقدمہ اور اس کی تمہید ہوتی ہیں، اس لئے ان کو "ارھاص" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کا واقعہ، بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا، فارس کے مجوسیوں کی ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی آگ کا ایک لحہ میں بجھ جانا، کسریٰ کے محل کا زلزلہ اور اس کے چودہ کنگروں کا منہدم ہو جانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے بدن سے ایک ایسے نور کا نکلنا جس سے "بصریٰ" تک کے محل روشن ہوگئے۔ یہ سب واقعات اسی ارہاص کے سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے ہی "مبشرات" بن کر آپ کی نبوت کے اثبات کا مقدمہ بنے۔

2:اقسام نزول:

قرآن کریم نے اپنے نزول کے لیے دو قسم کے الفاظ بیان کیے ہیں:

1:انزال 2:تنزیل

"انزال" کا معنی یکبارگی اتارنا"۔ قرآن کریم میں جہاں انزال کا لفظ ذکر ہوا ہے اس سے مراد قرآن کا لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف نزول ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ. (سورة القدر:1)

ترجمہ: ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں اتارا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فی قوله: {إنا أنزلناه فی ليلة القدر} قال: أنزل القرآن جملة واحدة حتى وضع فی بيت العزة فی السماء الدنيا ونزله جبريل عليه السلام على محمد صلى الله عليه وسلم بجواب كلام العباد وأعمالهم. (المعجم الکبیر: ج6 ص32 رقم الحدیث 12213)

اور لفظِ "تنزیل" تدریجی نزول کے لیے استعمال ہوا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

وَقُرۡءَانٗا فَرَقۡنَٰهُ لِتَقۡرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكۡثٖ وَنَزَّلۡنَٰهُ تَنزِيلٗا. (الاسراء:106)

سب سے پہلی وحی:

بعض مفسرین نے سورۃ الفاتحہ کو پہلی وحی قرار دیا ہے اور بعض نے سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات کو سب سے پہلی وحی قرار دیا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی سورۃ علق کی ابتدائی آیات ہیں جو کہ غار حراء میں نازل ہوئیں۔ (الاتقان فی علوم القرآن: ج1 ص23 ملخصًا)

سب سے آخری وحی:

قرآن مجید کی آخری نازل ہونے والی آیت یہ ہے:

﴿وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا تُرۡجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفۡسٖ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ﴾ (البقرۃ:281)

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج6 ص27 رقم الحدیث 12188، الاتقان: ج1 ص27)

اور نبی علیہ السلام اس آیت کے نازل ہونے کے بعد 9 راتوں تک زندہ رہے۔ (الاتقان: ج1 ص27)

اشکال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗا.﴾ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دین پورا اور مکمل ہو گیا ہے، تو پھر اس کے بعد کچھ آیات کیسے نازل ہوئیں؟

جواب:

عقائد اور احکامِ حلال و حرام کے اعتبار سے کامل فرما دیا، اس کے بعد نازل ہونے والی آیات وعد و وعید پر مشتمل ہیں۔

چوتھی بحث: شان نزول

شانِ نزول:

قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں:

1: جن کے نزول کا سبب کوئی خاص واقعہ یا کسی کا سوال نہیں بنا۔

2: جن کے نزول کا سبب کوئی خاص واقعہ یا کسی کا سوال بنا ہو۔

یہی خاص واقعہ یا کسی کے سوال مفسرین کی اصطلاح میں "سبب نزول" یا "شان نزول" کہلاتا ہے۔

شانِ نزول جاننے کے فوائد:

1: اس سے احکام کی حکمتیں معلوم ہوتی ہیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیوں اور کن حالات میں نازل فرمایا ہے۔

مثال: سورہ نساء میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾ (سورۃ النساء: 43)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم نماز کے قریب بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو۔

اگر شان نزول کی روایات سامنے نہ ہوں تو قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب شراب از روئے قرآن بالکل حرام ہے تو یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ "نشے کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ"؟ اس سوال کا جواب صرف شانِ نزول ہی سے مل سکتا ہے، چنانچہ اس کے سبب نزول میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھانے پر مدعو کیا، وہاں کھانے کے بعد شراب پی گئی، اسی حالت میں نماز کا وقت آ گیا، تو ایک آدمی نے امامت کی، اور اس میں نشے کی وجہ سے قرآنی آیات کی تلاوت میں غلطی کر گئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن کثیر: ج1 ص654)

2: بسا اوقات سببِ نزول کے جانے بغیر آیت کا صحیح مفہوم ہی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر سببِ نزول معلوم نہ ہو تو آدمی اس آیت کا بالکل غلط مطلب بھی سمجھ سکتا ہے۔

مثال: سورہ بقرہ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ (سورۃ البقرۃ: 115)

ترجمہ: اور مشرق و مغرب اللہ ہی کی ہیں، لہذا جدھر بھی تم رخ کرلو ادھر ہی اللہ کا رخ ہے۔

اگر اس آیت کا شان نزول پیش نظر نہ ہو تو اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں کسی خاص جہت کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں، مشرق و مغرب سب اللہ کی ملکیت میں ہیں اور وہ ہر سمت میں موجود ہے، اس لیے جس طرف بھی رخ کر لیا جائے نماز ہو جائے گی، حالانکہ یہ مفہوم بدیہی طور پر غلط ہے، خود قرآن کریم ہی نے دوسرے مقام پر کعبہ کی طرف رخ کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ یہ عُقدہ صرف شان نزول کو دیکھ کر ہی حل ہوتا ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تبدیل ہوا تو یہودیوں نے اعتراض کیا کہ اس تبدیلی کی کیا وجہ ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(الاتقان: ج1 ص32)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر سمت اللہ کی بنائی ہوئی ہے، اور اللہ ہر طرف موجود ہے، لہذا وہ جس طرف بھی رخ کرنے کا حکم دیدے، ادھر رخ کرنا واجب ہے، اس میں قیاسات کو دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

3: قرآن کریم بسا اوقات ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ جن کا شانِ نزول کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اور اگر ان کا صحیح پس منظر معلوم نہ ہو تو بسا اوقات – معاذ اللہ – بے فائدہ اور بے جوڑ معلوم ہونے لگتے ہیں کہ جن سے قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت پر حرف آتا ہے۔

مثال: سورہ طلاق میں ارشاد ہے:

﴿وَاللَّآئِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّآئِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ (سورۃ الطلاق:4)

ترجمہ: تمہاری وہ عورتیں جو حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو (ان کے بارے میں) شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور جن لڑکیوں کو ابھی حیض نہیں آیا ان کو بھی۔

اس آیت میں یہ الفاظ کہ "اگر تم کو شک ہو" ان کا بظاہر کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا، یہاں تک کہ بعض حضرات نے ان الفاظ کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ اگر سن رسیدہ عورت کو جس کا حیض بند ہو چکا ہو حمل کے بارے میں کوئی شک نہ ہو تو اس پر کوئی عدت واجب نہیں ہے لیکن سبب نزول ان الفاظ کی وجہ بتاتا ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورۃ النساء میں عورتوں کی عدت بیان کی گئی تو انصار کے لوگوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عورتیں ایسی ہیں جن کی عدت قرآن کریم میں بیان نہیں ہوئی، ایک تو چھوٹی بچیاں جنہیں حیض نہیں آتا، دوسرے وہ سن رسیدہ عورتیں جن کا حیض بند ہو گیا، اور تیسرے حاملہ عورتیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور اس میں تینوں قسموں کا حکم بیان کر دیا گیا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج4 ص488)

4: قرآن کریم میں ایسے مقامات بھی تھوڑے نہیں ہیں کہ جن میں کسی واقعہ کی طرف مختصر اشارہ کیا گیا ہے اور جب تک وہ واقعہ معلوم نہ ہو ان آیات کا مطلب سمجھا ہی نہیں جاسکتا۔

مثال: سورۃ الانفال میں ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾ (سورۃ الانفال:17)

ترجمہ: اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خاک کی مٹھی) پھینکی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی۔

دراصل اس آیت میں غزوہ بدر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے نرغے کے وقت خاک کی ایک مٹھی ان کی طرف پھینکی تھی، اور اس کے بعد نرغہ ٹوٹ گیا تھا۔

(اسباب النزول للواحدی: ص237 تحت ھذہ الآیۃ)

اب اگر یہ سبب نزول ذہن میں نہ ہو تو آیت کا مطلب نہیں سمجھا جاسکتا۔

اسباب نزول میں متعلق چند فوائد:

فائدہ نمبر1:

بسا اوقات مفسرین بعض ایسے واقعات آیات کے تحت ذکر فرماتے ہیں جن کا شانِ نزول سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ مقصد کچھ اور ہوتا ہے۔ مثلاً

1: بعض مرتبہ کسی علمی مباحثہ میں کسی صحابی نے وہ آیت بطور دلیل کے پیش کر دی، مفسرین یہ واقعہ اس آیت کے تحت ادنیٰ مناسبت سے ذکر کر دیتے ہیں۔

2: بعض مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقعہ پر اس آیت سے استشہاد فرمایا، مفسرین ایسے بھی آیت کے تحت نقل کر دیتے ہیں۔

3: جو بات کسی آیت میں بیان کی گئی ہے بعض مرتبہ وہی بات آپ علیہ السلام نے کسی حدیث میں بھی ارشاد فرمائی، تفسیر کی کتابوں میں وہ حدیث

بھی اس آیت کے تحت روایت کر دی جاتی ہے۔

4: بعض مرتبہ مفسرین کوئی روایت محض یہ بتانے کے لئے نقل کرتے ہیں کہ آیت کس مقام پر نازل ہوئی۔ یہ روایت بھی تفسیر کے ذیل میں درج ہو جاتی ہے۔

5: بعض دفعہ قرآن کریم کچھ لوگوں کا ذکر مبہم طور پر فرماتا ہے اور ان کا نام نہیں ذکر کرتا، مفسرین روایتوں کے ذریعے ان لوگوں کے نام متعین کر دیتے ہیں۔

6: بعض مرتبہ کسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے فلاں لفظ کا صحیح تلفظ کیا ہے؟ تفسیر کی کتابوں میں ایسی روایات بھی درج ہوتی ہیں۔

7: بعض احادیث اور آیات میں قرآن کریم کی مختلف سورتوں یا آیتوں کے فضائل بیان ہوئے ہیں، مفسرین ان روایات کو بھی متعلقہ مقامات پر نقل کر دیتے ہیں۔

8: بعض مقامات پر ایسی احادیث بھی تفسیر کے ذیل میں منقول ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے اس حکم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح عمل فرمایا؟

(الفوز الکبیر از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ: ص38، 39، علوم القرآن: ص79 تا 81 مع توضیح)

فائدہ نمبر2:

سببِ نزول اور اختلافِ روایات:

اسباب نزول کے سلسلہ میں تفسیر کے دوران ایک بڑی مشکل آتی ہے کہ ایک ہی آیت کے سبب نزول میں کئی کئی مختلف روایتیں ملتی ہیں اور جو شخص تفسیر کے اصول سے واقف نہ ہو وہ الجھن اور طرح طرح کے شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے یہاں اس اختلافِ روایت کی حقیقت سمجھ لینی ضروری ہے۔ یہ کل چھ اصول ہیں۔

اصل نمبر1:

اگر کسی آیت کی تفسیر میں دو مختلف روایتیں ہوں اور ان دونوں میں یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہوں کہ "نزلت الآية فی کذا" (یہ آیت فلاں مسئلہ یا معاملہ کے بارے میں نازل ہوئی) لیکن دونوں میں الگ الگ معاملات ذکر کئے گئے تو درحقیقت دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہوتا، کیوں کہ ان میں سے کسی کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ یہ معاملہ آیت کا شان نزول ہے بلکہ منشاء یہ ہے کہ فلاں مسئلہ یا معاملہ بھی آیت کے حکم کے تحت داخل ہے۔

مثال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (سورة سجدة:16)

ترجمہ: ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جو مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھتے رہتے تھے. ایک اور روایت میں انہی سے مروی ہے کہ یہ آیت ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو نماز عشاء کے انتظار میں جاگتے رہتے تھے اور بعض دوسرے صحابہ اسے تہجد گزار حضرات کے بارے میں قرار دیتے ہیں۔ اب بظاہر یہ اختلاف شانِ نزول کا اختلاف معلوم ہوتا ہے لیکن یہ درحقیقت یہ آیت کے مختلف مصداق ہیں اور یہ تمام نیک اعمال آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔

اصل نمبر2:

ایک مفسر کہے "نزلت الآیۃ فی کذا" دوسرا مفسر صراحۃً شان نزول بیان کر دے تو یہاں معتبر وہ روایت ہے جس میں شان نزول کی تصریح ہے۔

مثال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ

(سورۃ البقرۃ:223)

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، پس اپنی کھیتی میں آؤ جہاں سے چاہو۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت عورتوں کے ساتھ پشت میں صحبت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(صحیح البخاری: ج2ص649 باب نساء کم حرث لکم الآیۃ)

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں اس آیت کا شان نزول صراحۃً مروی ہے کہ یہود کہتے تھے جو شخص اپنی بیوی کی پشت کی جانب سے اگلے حصہ میں صحبت کرے تو اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

(صحیح مسلم: ج1ص463)

ان دونوں روایتوں میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت مفصل اور شان نزول میں صریح ہے اس لیے اس کو ترجیح ہوگی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ان کا استنباط قرار دیا جائے گا۔ (الاتقان فی علوم القرآن: ج1ص32)

فائدہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ فَأَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِي فِيمَ أُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ أُنْزِلَتْ فِي كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضَى وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ {فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ} قَالَ يَأْتِيهَا فِي.

(صحیح البخاری: ج2ص649 باب نساء کم حرث لکم)

کا علماء امت نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ اس آیت میں عورتوں کے ساتھ لواطت کرنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ محمد عبد العظیم الزرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأما رواية ابن عمر فتحمل على أنها بيان لحكم إتيان النساء فی أدبارهن وهو التحريم. استنباطا منه.

(مناہل العرفان: ص115)

اور یہی مطلب قرین قیاس ہے اس لیے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں صراحتاً مروی ہے کہ وہ اس فعل کو انتہائی برا جانتے تھے اور اس پر شدید نکیر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ابو الحباب سعید بن یسار سے روایت ہے:

أنه سأل ابن عمر فقال له: يا أبا عبد الرحمن، إنا نشتری الجواری فنُحمِّض لهن؟ فقال: وما التحميض؟ قال: الدُّبُر. فقال ابن عمر: أفٍّ! أفٍّ! يفعل ذلك مؤمن!- أو قال: مسلم!

(تفسیر ابن جریر الطبری: ج2ص485 تحت الآیۃ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ، ارشاد الشیعہ از امام اہل السنۃ: ص185)

اصل نمبر3:

ہر مفسر صراحۃً سبب نزول بیان کرے جو دوسرے سے مختلف ہو تو یہاں صحیح روایت پر اعتماد کیا جائیگا نہ کہ ضعیف پر۔

مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالضُّحٰی ○ وَاللَّیۡلِ إِذَا سَجٰی ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ○

(سورۃ الضحیٰ:1 - 3)

ترجمہ: قسم ہے وقت چاشت کی اور رات کی جب وہ چھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ خفا ہوا ہے۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی تکلیف کی وجہ سے دو تین راتیں آپ علیہ السلام تہجد نہ پڑھ سکے تو اس پر وحی بند ہو گئی۔ تو ایک کافرہ عورت نے کہا: لگتا ہے تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

(صحیح البخاری: ج1 ص151 باب ترک القیام للمریض، صحیح مسلم: ج2 ص109 باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المشرکین والمنافقین)

المعجم الکبیر للطبرانی کی روایت میں ہے کہ ایک کتے کا پلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے نیچے گھس گیا اور وہیں پر مر گیا تو چند دن تک وحی منقطع ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ میرے گھر میں کیا ہوا ہے؟ (کہ وحی آنا بند ہو گئی ہے)۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ گھر کی صفائی کرنی چاہیے۔ جب صفائی کی تو مرا ہوا کتا نکلا تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج10 ص282 رقم الحدیث 20103 احادیث خولۃ بنت عاصم - تتمہ مسانید النساء)

یہاں پر دوسری روایت سنداً صحیح نہیں۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کی سند میں بعض راوی مجہول ہیں۔ (الاتقان: ج1 ص32)

لہذا قابل اعتماد شان نزول صحیح بخاری والا ہے۔

اصل نمبر4:

بعض مرتبہ شانِ نزول میں دو روایات ہوتی ہیں، وہ دونوں سند کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں لیکن ایک روایت کے حق میں کوئی وجہ ترجیح پائی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک سند دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط ہوتی ہے یا یہ کہ ایک کا راوی ایسا ہوتا ہے کہ جو واقعہ کے وقت موجود تھا اور دوسری روایت کا راوی واقعہ کے وقت موجود نہیں تھا تو ایسی صورت میں اس روایت کو اختیار کو اختیار کیا جائیگا کہ جس کے حق میں وجہ ترجیح موجود ہو۔

مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنۡ أَمۡرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمۡ مِنَ الۡعِلۡمِ إِلَّا قَلِيلًا۔

(سورۃ الاسراء:85)

ترجمہ: اور آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ روح میرے پروردگار کے امر سے ہے اور تمہیں نہیں دیا گیا مگر علم کا تھوڑا حصہ۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں

چل رہا تھا۔ اتنے میں آپ کا گزر یہودیوں کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے آپ علیہ السلام سے کہا: ہمیں روح کے بارے میں بتلائیں۔ اس پر آپ علیہ السلام تھوڑی دیر رک گئے اور کچھ دیر کے بعد آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، حتیٰ کہ وحی ختم ہو گئی پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

(صحیح البخاری: ج2 ص686 باب قول اللہ تعالیٰ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا)

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ قریش نے یہود سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی بات بتلاؤ جو ہم ان صاحب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھ سکیں اس پر یہود نے کہا کہ ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ تو اس پر آیت نازل ہوئی۔ امام ترمذی نے اس روایت کو "حسن صحیح" بھی کہا ہے۔

(جامع الترمذی: ج2 ص146 کتاب التفسیر تحت سورۃ بنی اسرائیل)

محاکمہ:

یہاں پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں نازل ہوئی۔ سند کے اعتبار سے دونوں روایتیں صحیح ہیں لیکن پہلی روایت کے حق میں یہ وجہ ترجیح موجود ہے کہ اس کے راوی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ واقعہ کے وقت موجود تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ واقعہ کے وقت موجود تھے۔ لہذا ابن مسعود کی روایت کو ترجیح ہے۔ (الاتقان: ج1 ص33)

اصل نمبر 5:

بعض مرتبہ ایک آیت کے اسباب نزول ایک سے زائد ہوتے ہیں یعنی ایک جیسے کئی واقعات یکے بعد دیگرے پیش آتے ہیں اور ان سب کے بعد آیت نازل ہوتی ہے۔ اب ایک راوی اس آیت کے شان نزول کا ایک واقعہ بیان کرتا ہے اور دوسرا کوئی اور واقعہ بیان کرتا ہے۔ بظاہر ان میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت تعارض نہیں ہے، کیوں کہ دونوں ہی واقعات سبب نزول ہوتے ہیں۔

مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ

(سورۃ النور: 6)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں تو ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے تو چار بار خدا کی قسم کھائے کہ بیشک وہ سچا ہے۔

سورت نور کی ان آیات لعان کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ہلال بن امیہ نے آپ علیہ السلام کے سامنے اپنی بیوی پر تہمت لگائی، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾

(صحیح البخاری: ج2 ص695 کتاب التفسیر باب ویدرء عنہ العذاب ان تشہد الآیۃ)

دوسری طرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے ایک اور روایت حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی سے ملوث دیکھے اور اس شخص کو قتل کر دے تو کیا اس سے قصاص لیا جائے گا؟ ایسے شخص کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں اور پھر یہی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائیں۔ (صحیح البخاری: ج2 ص994، 995 باب قولہ عز وجل: والذین یرمون ازواجہم الخ)

مسند البزار میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس قسم کا سوال وجواب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوا تھا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (الاتقان للسیوطی: ج1 ص33)

واقعہ درحقیقت یہی ہے کہ یہ تینوں واقعات ان آیات کے نزول سے قبل پیش آچکے تھے، اس لیے ان میں سے ہر ایک کو سببِ نزول قرار دینا درست ہے۔

اصل نمبر 6:

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی آیت ایک سے زائد بار نازل ہوئی اور ہر مرتبہ اس کا نزول کسی نئے واقعہ کے پس منظر میں ہوتا ہے۔ اب کسی راوی نے ایک نزول کا واقعہ ذکر کر دیا اور دوسرے نے دوسرے نزول کا۔ اس سے ظاہری طور پر تضاد معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تضاد اس لئے نہیں ہوتا کہ یہ آیت دونوں واقعات میں دونوں مرتبہ نازل ہوئی ہوتی ہے۔

مثال:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ الْجَحِيمِ •

(سورۃ التوبۃ: 113)

ترجمہ: پیغمبر اور مسلمانوں کو یہ بات مناسب نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں تو ان کے لئے بخشش مانگیں گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب کا انتقال ہونے لگا آپ علیہ السلام اس کے پاس تشریف لے گئے، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے چچا! آپ لا الہ الا اللہ کا کلمہ کہہ دیجئے میں اللہ کی بارگاہ میں آپ کے لئے سفارش کروں گا، تو یہ کہنے لگے: تو عبد المطلب کے دین سے پھرتا ہے؟ پھر دونوں برابر بولتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب نے کہہ دیا کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں آپ کے لئے مغفرت طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے اس بات سے روک دیا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(صحیح البخاری: ج1 ص181 باب اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ الخ)

امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ اپنے مشرک ماں باپ لے لئے بخشش مانگ رہا تھا۔ میں نے کہا: تو اپنے والدین کے لئے بخشش مانگتا ہے حالانکہ وہ مشرک تھے؟! تو اس نے جواب دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے والد کے لئے استغفار کیا تھا اور ان کا والد مشرک تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع الترمذی: ج2 ص141 کتاب التفسیر تحت تفسیر سورۃ التوبۃ)

فائدہ نمبر 3:

مکی اور مدنی آیات:

بعض حضرات کے ہاں مکی آیات سے مراد وہ آیات ہیں جو شہر مکہ میں نازل ہوئیں اور مدنی سے مراد وہ جو شہر مدینہ میں نازل ہوئیں لیکن اکثر مفسرین کی اصطلاح کے مطابق مکی آیات کا مطلب وہ آیات ہیں جو آپ علیہ السلام کے بغرض ہجرت مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی سے مراد وہ آیات ہیں جو آپ علیہ السلام کے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد نازل ہوئیں۔

مکی و مدنی سورتوں کی تعیین:

علماء تفسیر نے مکی و مدنی سورتوں کا استقراء کر کے ان کی بعض ایسی خصوصیات بیان فرمائی ہے جن سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی؟ اس سلسلے میں بعض قواعد کلی ہے اور بعض اکثری۔

قواعد کلیہ:

1: جن سورتوں میں لفظ "کَلَّا" آیا ہے وہ مکی ہیں، اور یہ لفظ پندرہ سورتوں میں آیا ہے جو قرآن کریم کے آخری نصف میں ہیں۔

علامہ دیرینی رحمہ اللہ کا ایک شعر ہے:

وما نزلت کلا بیثرب فاعلمن ۰۰۰۰ ولم تات فی القرآن فی نصفه الاعلیٰ

2: ہر وہ سورت جس میں کوئی سجدہ ہے وہ مکی ہے۔

فائدہ: یہ قاعدہ اتقان وغیرہ سے ماخوذ ہے اور اس قول کے مطابق تو درست ہے جس کی رو سے سورہ الحج مکی ہے لیکن اگر اسے مدنی قرار دیا جائے جیسا کہ بعض صحابہ و تابعین سے مروی ہے تو سورۃ الحج اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگی۔ (علوم القرآن: ص62 حاشیہ)

3: وہ سورت جس میں آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ذکر ہے وہ مکی ہے، سوائے سورۃ البقرۃ کے کہ یہ مدنی ہے۔

4: وہ سورتیں جن میں جہاد یا اس کے احکامات کا تذکرہ ہے، وہ مدنی ہیں۔

5: وہ سورتیں جن میں منافقین کا ذکر ہے وہ مدنی ہیں۔ بعض علماء نے اس قاعدہ سے سورۃ العنکبوت کو مستثنیٰ کیا ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ سورۃ العنکبوت بحیثیت مجموعی مکی ہے، مگر جن آیات میں منافقین کا ذکر ہے وہ آیات مدنی ہیں۔

قواعد اکثریہ:

1: مکی سورتوں میں عموماً خطاب "یاایہا الناس" سے ہوتا ہے اور مدنی میں "یاایہا الذین آمنوا" سے۔

2: مکی آیات اور سورتیں عموماً چھوٹی اور مدنی طویل اور مفصل ہوتی ہیں۔

3: مکی سورتوں میں زیادہ تر توحید، رسالت، آخرت کے اثبات، حشر و نشر، آپ علیہ السلام کو تسلی اور اقوام سابقہ کے حالات کا ذکر ہوتا ہے اور مدنی سورتوں میں خاندانی و تمدنی قوانین، جہاد و قتال کے احکام اور حدود و فرائض کا بیان ہوتا ہے۔

4: مکی سورتوں میں عموماً خطاب بت پرستوں سے ہوتا ہے اور مدنی میں اہلِ کتاب اور منافقین سے۔

5: مکی سورتوں کا انداز پر شکوہ، بیان میں استعارات، تشبیہات، تماثیل اور ذخیرہ الفاظ کثرت سے ہوتا ہے بر خلاف مدنی سورتوں کے کہ انداز بیان سادہ ہوتا ہے۔

پانچویں بحث: سبعہ احرف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.

(صحیح البخاری: ج2 ص747 باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

ترجمہ: یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس جو ان میں سے تمہارے لیے آسان ہو، اس طریقے پر پڑھا کرو۔

یہ حدیث متواتر ہے

یہ حدیث معنی کے اعتبار سے متواتر ہے۔ چنانچہ حدیث و قراءات کے معروف امام علامہ محمد بن محمد الجزری رحمہ اللہ [م833ھ] فرماتے

ہیں:

”مشہور محدث امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے اس کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے اور فرماتے ہیں: میں نے ایک مستقل جزء میں اس حدیث کے تمام طرق جمع کئے ہیں، ان کے مطابق یہ حدیث 19 صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین سے مروی ہے۔“

(النشر فی القراءات العشر لابن الجزری: ص24)

امام ابو یعلی الموصلی رحمہ اللہ نے اپنی مسند کبیر میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر پر اعلان فرمایا: وہ تمام حضرات کھڑے ہو جائیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو: إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ [کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، جن میں ہر ایک شافی اور کافی ہے] چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اتنی بڑی جماعت کھڑی ہو گئی جسے شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی ان کے ساتھ گواہی دیتا ہوں۔

(النشر فی القراءات العشر لابن الجزری: ص24)

سبعہ احرف کے بارے میں اقوال

قرآن کریم کے سبعہ احرف پر نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس میں محققین کا شدید اختلاف ہے جن میں سے مشہور اقوال یہ ہیں۔

قول نمبر 1:

حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث مذکور میں سات حروف سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں۔ چونکہ اہلِ عرب مختلف قبائل رکھتے تھے اور ہر قبیلہ کی زبان عربی ہونے کے باوجود دوسرے قبیلہ سے تھوڑی تھوڑی مختلف تھی۔ یہ اختلاف ایسا تھا جیسے ایک بڑی زبان میں علاقائی طور پر تھوڑے تھوڑے اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان قبائل کی آسانی کے لئے قرآن کریم سات لغات پر نازل فرمایا کہ ہر قبیلہ اپنی لغت کے مطابق پڑھ سکے۔

(تفسیر ابن جریر ج:1 ص39 مقدمہ)

امام ابو حاتم سجستانی نے ان قبائل کے نام متعین کر دیئے ہیں اور فرمایا کہ ان قبائل کی لغات پر قرآن نازل ہوا تھا۔

1: قریش 2: ھذیل 3: تیم الربّاب 4: ازد
5: ربیعہ 6: ھوازن 7: سعد بن بکر

(فتح الباری: ج9 ص35 باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

علامہ ابن عبد البر نے بعض حضرات سے نقل کر کے ان قبائل کے نام یہ بتلائے ہیں:

1: ھذیل 2: کنعانہ 3: قیس 4: ختبّہ
5: تیم الرباب 6: اسد بن خذیمہ 7: قریش

(روح المعانی: ج ص تحت الآیۃ)

نقد: بہت سے محققین مثلاً حافظ ابن عبد البر، علامہ سیوطی، علامہ ابن الجزری نے اس قول کی تردید کی ہے۔

اولاً۔۔۔ اس لئے کہ عرب کے بہت سے قبائل تھے، ان میں سے سات کے انتخاب کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟!!

ثانیاً۔۔۔ حضرت عمر اور حضرت ھشام بن حکیم کے درمیان قرآن کریم کی تلاوت میں اختلاف ہوا جس کا مفصل واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے، حالانکہ دونوں قریشی تھے۔ آپ علیہ السلام نے دونوں کی تصدیق فرمائی اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ لہذا اگر سات حروف سے مراد سات مختلف قبائل کی لغات ہوتیں تو ان دو حضرات کے درمیان اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیے تھی

کیونکہ دونوں قریشی تھے۔

[حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا واقعہ یوں ہے:

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ كَذَبْتَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسِلْهُ اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

(صحیح البخاری: ج2 ص745 باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف)]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں سورہ فرقان پڑھتے ہوئے سنا میں نے جب ان کی قرأت سنی تو دیکھا کہ وہ کسی دوسرے طریقہ سے پڑھ رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھایا تھا، قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر دوں، لیکن صبر کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرا، میں نے ان کی چادر ان کی گردن میں ڈال لی اور پوچھا کس نے تمہیں یہ سورت پڑھائی ہے جو میں نے تم کو پڑھتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھائی ہے، میں نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، اس لئے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے طریقے پر سکھائی ہے، تو میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلا، اور میں نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ) میں نے اس کو سورہ فرقان کو ان طریقوں پر پڑھتے ہوئے سنا ہے جو آپ نے مجھ کو نہیں بتایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، پھر فرمایا اے ہشام! پڑھو، چنانچہ ہشام نے اسی طریقہ پر پڑھا جس طرح میں نے انہیں پڑھتے ہوئے سنا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوا ہے، پھر فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم پڑھو! چنانچہ وہ قرأت میں نے پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پڑھائی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوا ہے، بے شک یہ قرآن سات طریقوں پر نازل ہوا ہے اس لئے جو آسان معلوم ہو اسی طریقہ پر پڑھو۔

ثالثاً۔۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ سات حروف سے مراد سات قبائل کی لغات ہیں تو یہ اس آیت کے خلاف ہوگا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (سورۃ ابراہیم آیت 4 پارہ 13) [اور جب بھی ہم نے کوئی رسول بھیجا خود اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے حق کو اچھی طرح واضح کو سکے، پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور وہی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے اور حکمت بھی کامل]

کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش تھی۔ اس لئے ظاہر یہی ہے کہ قرآن صرف لغت قریش میں نازل ہو۔

(مشکل الآثار للطحاوی امام ابو جعفر طحاوی: ج8 ص117)

قول نمبر2:

قرآن کریم نازل تو قریش کی لغت پر ہوا، لیکن اہل عرب مختلف علاقوں اور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کے لئے اس ایک لغت پر قرآن کی تلاوت بہت دشوار تھی۔ اس لئے ابتداءِ اسلام میں یہ اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کر لیا کریں۔ اس مقصد کے لئے خود آپ علیہ السلام نے ایسے مرادفات متعین فرمادیئے جن سے وہ تلاوت کر سکیں۔ یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے، یہ بالکل ایسے تھے جیسے "تَعَالِ" کی جگہ "هَلُمَّ"، "اَقْبِلْ" کی جگہ "اُدْنُ" پڑھ دیا جائے، معنی سب کے ایک ہی رہتے ہیں۔ لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی جبکہ تمام اہل عرب قرآنی زبان کے پوری طرح عادی نہ ہوئے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا، اہل عرب اس کے عادی ہوئے اور ان کے لئے اس اصل لغت پر قرآن کریم کی تلاوت آسان ہوگئی تو آپ علیہ السلام نے وفات سے پہلے رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کریم کا جو آخری دور کیا، اس موقع پر یہ مرادفات پڑھنے کی اجازت ختم کر دی گئی۔ صرف اور وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن باقی رہ گیا۔ (مشکل الآثار للطحاوی ج4)

اس قول کے مطابق [1] "سات حروف والی حدیث" کا مطلب یہ نہیں تھا کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، بلکہ مطلب یہ تھا کہ اس وسعت کے ساتھ نازل ہوا ہے کہ اسے ایک مخصوص زمانہ تک سات حروف پر پڑھا جا سکے گا، اور [2] سات حروف سے بھی مراد یہ نہیں کہ قرآن کریم کے ہر کلمہ میں سات مرادفات کی اجازت ہے، بلکہ مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ جتنے مرادفات استعمال کئے گئے ہیں ان کی تعداد سات ہے، [3] اور اس اجازت کا مفہوم بھی یہ نہ تھا کہ ہر شخص اپنی مرضی سے جو الفاظ چاہے استعمال کرے، بلکہ متبادل الفاظ کی تعین بھی خود آپ علیہ السلام نے فرمادی تھی۔ لہذا صرف ان مرادفات کی اجازت دی گئی تھی جو آپ علیہ السلام سے ثابت تھے۔

(فتح الباری لابن حجر، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف، ج:9 ص:30)

اس قول کو امام طحاوی، سفیان ابن عیینہ، ابن وھب اور حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہم نے اختیار کیا ہے۔ بلکہ ابن عبد البر نے اس قول کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے۔ (الزرقانی شرح موطا امام مالک)

دلیل: اس قول کے قائلین اپنی دلیل میں مسند احمد کی یہ روایت پیش کرتے ہیں:

عَن أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ يَا مُحَمَّدُ اقْرَأْ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ قَالَ مِيكَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام اسْتَزِدْهُ فَاسْتَزَادَهُ قَالَ اقْرَأْهُ عَلَى حَرْفَيْنِ قَالَ مِيكَائِيلُ اسْتَزِدْهُ فَاسْتَزَادَهُ حَتَّى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ قَالَ كُلٌّ شَافٍ كَافٍ مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ نَحْوَ قَوْلِكَ تَعَالَ وَأَقْبِلْ وَهَلُمَّ وَاذْهَبْ وَأَسْرِعْ وَاعْجَلْ.

(مسند احمد ج15 ص236، 237 رقم الحدیث 20393)

ترجمہ:

نقد: اس قول پر اشکال یہ ہے کہ قرآن کریم جو مختلف قرآءتیں آج تک متواتر چلی آتی ہیں ان کی حیثیت واضح نہیں ہوتی۔ اگر ان قراءتوں کو سات حروف سے الگ کوئی چیز قرار دیا جائے تو اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور احادیث میں احرف کے اختلاف کے علاوہ قرآن کریم کے کسی اور لفظی اختلاف کا ذکر نہیں ملتا، پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں احرف سبعۃ کے علاوہ ایک اور قسم کا اختلاف بھی تھا۔

قول نمبر3:

حدیث میں "حروف کے اختلاف" سے مراد "قراءتوں کا اختلاف" ہے اور سات حروف سے مراد "اختلاف قراءات" کی سات نوعیتیں ہیں، چنانچہ قراءتیں تو اگرچہ سات سے زائد ہیں لیکن ان قراءتوں میں جو اختلاف پائے جاتے ہیں وہ سات اقسام میں منحصر ہیں۔

یہ قول امام مالک، امام ابو الفضل رازی، قاضی ابو بکر بن الطیب باقلانی اور ابن جزری کا ہے۔

(فتح الباری لابن حجر: ج1 ص36، 38، تفسیر القرطبی ج1 ص28، 29، النشر فی القراءات العشر: ج1 ص28)

حتیٰ کہ محقق ابن جزری جو فنِ قراۃ کے مشہور امام ہیں، اس قول کو بیان کرنے سے قبل فرماتے ہیں :

وَلَا زِلْتُ أَسْتَشْكِلُ هَذَا الْحَدِيثَ وَأُفَكِّرُ فِيهِ وَأُمْعِنُ النَّظَرَ مِنْ نَيِّفٍ وَثَلَاثِينَ سَنَةً حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيَّ بِمَا يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ صَوَابًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

(النشر فی القراءات العشر: ج1 ص28)

کہ میں اس حدیث کے بارے میں اشکالات میں مبتلا رہا اور اس پر تیس سال سے زیادہ غور و فکر کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کی ایسی تشریح کھول دی جو ان شاء اللہ صحیح ہو گی۔

یہ سب حضرات اس بات پر تو متفق ہیں کہ حدیث میں "سات حروف" سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں ہیں لیکن پھر ان نوعیتوں کی تعیین میں ان حضرات کے اقوال میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک نے قراءات میں اختلاف کی نوعیتوں کا استقراء اپنے طور پر الگ الگ کیا ہے مگر سب سے زیادہ منضبط، مستحکم اور جامع مانع قول امام ابو الفضل رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قراءات کا اختلاف سات اقسام میں منحصر ہے۔

1: اسماء کا اختلاف جس میں افراد، تثنیہ، جمع، اور تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے۔ اس کی مثال وہی ﴿تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ ہے جو ایک قراۃ میں ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔

2: افعال کا اختلاف کہ کسی قراۃ میں صیغہ ماضی ہو، کسی میں مضارع اور کسی میں امر۔ اس کی مثال ﴿رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا﴾، کہ ایک قراۃ میں اس کی جگہ ﴿رَبُّنَا بَعَّدَ بَيْنَ أَسْفَارِنَا﴾ بھی آیا ہے۔

3: وجوہ اعراب کا اختلاف کہ جس میں اعراب یا حرکات مختلف قراتوں میں مختلف ہوں اسکی مثال ﴿وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ﴾ اور ﴿وَلَا يُضَارُّ كَاتِبٌ﴾ اور ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ﴾ اور ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدِ﴾

4: الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف، کہ ایک قراۃ میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو مثلا ایک قراۃ میں ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾ ہے اور دوسری میں ﴿وَالذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾ ہے اور اس میں ﴿وَمَا خَلَقَ﴾ کا لفظ نہیں ہے، اس طرح ایک قراۃ میں ﴿تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ اور دوسری میں ﴿تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ﴾

5: تقدیم تاخیر کا اختلاف، کہ ایک قراءۃ میں کوئی لفظ مقدم اور کوئی موخر ہو، مثلاً ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ اور ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ﴾

6: بدلیت کا اختلاف، کہ ایک قراءۃ میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراۃ میں اس کی جگہ دوسرا لفظ۔ مثلاً ﴿نُنْشِزُهَا﴾ اور ﴿نَنْشُرُهَا﴾، نیز ﴿فَتَبَيَّنُوا﴾ اور ﴿فَتَثَبَّتُوا﴾، اور ﴿طَلْحٍ﴾ اور ﴿طَلْعٍ﴾

7: لہجوں کا اختلاف جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، مد، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلافات شامل ہیں۔ مثلا مُوْسیٰ ایک قراءۃ میں اِمالہ کے ساتھ ہے اور اسے مُوْسِیْ کی طرح پڑھا جاتا ہے اور دوسری میں بغیر امالہ کے ہے۔

اس قول کی وجوہ ترجیح:

1: اس قول کے مطابق "حروف" اور "قراءات" کو دو الگ الگ چیزیں قرار دینا نہیں پڑتا، علامہ ابن جریر رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ کے اقوال میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک حروف کا اختلاف اور دوسرے قراءات کا

اختلاف، حروف کا اختلاف اب ختم ہوگیا اور قراءات کا اختلاف باقی ہے حالانکہ کوئی ایک ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ ”حروف“ اور ”قراءات“ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

2: علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سات حروف میں سے چھ حروف منسوخ یا متروک ہوگئے اور صرف ایک حرف قریش باقی رہ گیا جبکہ چھ کے نسخ اور ایک کے بقاء پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

3: اس قول کے مطابق ”سات حروف“ کے معنی بلا تکلف صحیح ہو جاتے ہیں جب کہ دوسرے اقوال میں یا ”حروف“ کے معنی میں تاویل کرنی پڑتی ہے، یا ”سات“ کے عدد میں۔

4: ”سبعۃ احرف“ کے باب میں جتنے علماء کے اقوال ہیں ان میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہستی امام مالک رحمہ اللہ کی ہے اور وہ علامہ نیشاپوری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اسی قول کے قائل ہیں۔

5: علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ دونوں علم قراءات کے مسلم الثبوت امام ہیں اور دونوں اسی قول کے قائل ہیں اور مؤخر الذکر کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ انہوں نے تیس سال سے زائد اس حدیث پر غور کرنے کے بعد اس قول کو اختیار کیا ہے۔

چھٹی بحث: ناسخ و منسوخ

نسخ کا معنی:

لغوی معنی:

النسخ لغة هو الازالة•

(غرائب القرآن لنظام الدین الحسن بن محمد النیسابوری: ج1 ص355)

کہ نسخ کے لغوی معنی ہیں: مٹانا، ازالہ کرنا۔

اصطلاحی معنی:

رَفۡعُ الۡحُکۡمِ الشَّرۡعِيِّ بِدَلِيۡلٍ شَرۡعِيٍّ•

(مناہل العرفان لمحمد عبد العظیم الزرقانی: ج2 ص368 البحث: ماھو النسخ)

ترجمہ: کسی حکم شرعی کو کسی شرعی دلیل سے ختم کر دینا۔

مطلب یہ ہے کہ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ ایک شرعی حکم نافذ فرماتے ہیں پھر کسی دوسرے وقت میں اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر اس حکم کو ختم کر کے اس جگہ کوئی نیا حکم عطا فرما دیتے ہیں اس عمل کو ”نسخ“ کہا جاتا ہے۔ پرانے حکم کو ”منسوخ“ اور نئے کو ”ناسخ“ کہتے ہیں۔

اور جو شخص بھی سلامتِ فکر کے ساتھ غور کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ تبدیلی حکمت الٰہیہ کے عین مطابق ہے کیونکہ حکیم وہ نہیں جو ہر قسم کے حالات میں ایک ہی نسخہ پلاتا رہے بلکہ حکیم وہ ہے جو مریض اور مرض کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق نسخہ میں تبدیلیاں کرتا رہے۔

نسخ کا ثبوت امم سابقہ میں:

بائبل میں ہے کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز تھا اور خود سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بیویاں لیاہ اور راحیل آپس میں بہنیں تھیں، لیکن موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اسے ناجائز قرار دے دیا گیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی شریعت میں ہر چلتا پھرتا جاندار حلال تھا، لیکن موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بہت سارے جانور حرام کر دیئے گئے۔ غرض عہد نامہ جدید وقدیم میں ایسی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں جن میں کسی پرانے حکم کو نئے حکم سے منسوخ کر دیا گیا۔“

نسخ کی اقسام:

نسخ کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

قسم اول: منسوخ التلاوۃ والحکم

یعنی جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ان آیات کی تلاوت جائز ہے اور نہ ہی ان پر عمل کرنا درست ہے۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے:

کان فیما أنزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھن فیما یقرأ من القرآن۔

(صحیح مسلم: ج1 ص469 باب بیان ان خمس رضعات یحرمن)

ترجمہ: جو قرآن نازل ہوا تھا اس میں آیت "عشر رضعات معلومات یحرمن" تھی جو بعد میں پانچ معلوم معلوم (ومعروف طریقہ) سے دودھ پلانے والی آیت کی وجہ سے منسوخ ہوگئی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ان کی تلاوت کی جاتی رہی۔

قسم دوم: منسوخ التلاوۃ دون الحکم

جس کی تلاوت منسوخ ہو اور حکم باقی ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کی آیت پر اس وقت عمل کیا جائے گا جب اس پر سلف وخلف کا اجماع ہو جیسا کہ سورہ نور کی آیت ہے: "**الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم**" اس کی تلاوت منسوخ ہے لیکن محصن زانی کے رجم کا حکم آج بھی باقی ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لولا أن یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللہ لکتبت آیۃ الرجم بیدی

(صحیح البخاری: ج2 ص1063 باب الشھادۃ تکون عند الحاکم فی ولایتہ القضاء)

ترجمہ: اگر لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا ہے تو میں اس آیت کو (قرآن میں) اپنے ہاتھ سے لکھ دیتا۔

قسم سوم: منسوخ الحکم دون التلاوۃ

جس کا حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ان آیات کی تلاوت کی جاتی رہے البتہ عمل ناسخ پر کیا جائے گا جیسا کہ آیت:

"كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ"

(البقرۃ: 180)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑ رہا ہو تو اس پر دستور کے مطابق وصیت کرنا فرض ہے، والدین اور اقرباء کے لیے، یہ حکم متقیوں پر لازم ہے۔

کے حکم کو آیت میراث:

"يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ الخ" (النساء: 11)

ترجمہ: اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

سے منسوخ کر دیا گیا۔ اسی طرح آیت:

"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ"۔ (البقرۃ: 240)

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جایا کریں کہ ایک سال تک وہ (ترکے سے نفقہ کے وصول کرنے کا) فائدہ اٹھائیں گی اور ان کو (شوہر کے گھر سے) نکالا نہیں جائے گا۔

کے حکم کو آیت:

”وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔“ (البقرۃ:234)

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن انتظار میں رکھیں گی۔

سے منسوخ کر دیا گیا۔

قرآن کے لیے ناسخ:

قرآن کی آیات کا ناسخ خود قرآن بھی ہو سکتا ہے اور حدیث متواتر بھی، البتہ خبرِ آحاد اور احادیث مشہورہ سے قرآن کا نسخ نہیں ہو سکتا۔

نسخ القرآن بالقرآن:

مثالیں:

1: إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا الخ۔ (الأنفال:65)

ترجمہ: اگر تم میں سے بیس آدمی استقامت رکھنے والے ہوں گے تو وہ دو سو افراد پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے۔

اپنے بعد والی آیت:

”الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (الأنفال:66)

ترجمہ: اب اللہ نے تمہارے لیے آسانی پیدا کر دی ہے اور اللہ اس بات کو جانتے ہیں کہ اب تم میں کچھ کمزوری ہے، لہذا اب اگر تم میں سے ایک ہزار افراد استقامت رکھنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے۔

سے منسوخ ہے۔

2: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ وَلَا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (الاحزاب:52)

ترجمہ: [اے نبی!] آپ کے لیے اس کے بعد عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ ان (موجودہ بیویوں) کو بدل کر دوسری عورتوں سے نکاح کریں خواہ ان کا حسن آپ کو پسند آئے۔

ارشادِ خداوندی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ۔ (الاحزاب:50)

ترجمہ: [اے نبی!] ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنھیں آپ نے ان کا مہر دے دیا ہو۔

سے منسوخ ہے۔

3: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ۔ (المجادلہ:12)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم تنہائی میں رسول سے کوئی بات کرنا چاہو تو اپنی اس تنہائی کی بات سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرو، یہ تمہارے لیے باعث خیر و پاکیزگی ہے۔

اپنے بعد کی آیت:

”أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔“ (المجادلہ:13)

ترجمہ: کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی تنہائی کی بات سے پہلے صدقہ دیا کرو، اب جبکہ تم ایسا نہیں کر سکتے اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو اب نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

سے منسوخ ہے۔

نسخ القرآن بالحدیث المتواتر:

قرآن مجید سے وضوء میں پاؤں کا دھونا فرض ہے لیکن احادیث متواترہ کے پیش نظر پاؤں پر موزے پہننے کی صورت میں ان پر مسح بھی جائز ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ (م 182ھ) فرماتے ہیں:

انما یجوز نسخ القرآن بالسنة اذا وردت کورود المسح علی الخفین فی الاستفاضة۔

(احکام القرآن للجصاص: ج2 ص491 سورۃ المائدۃ- ذکر الخلاف فی المسح علی الخفین)

ترجمہ: سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ذریعے قرآن مجید کے کسی حکم کو نسخ کرنا اس وقت جائز ہے جب وہ اس تواتر سے مروی ہو جیسے مسح علی الخفین کی روایات مروی ہیں۔

اور اس کے تواتر کی تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد صرح جمع من الحفاظ بان المسح علی الخفین متواتر وجمع بعضهم رواته فجاوز واالثمانین ومنهم العشرة

(فتح الباری: ج1 ص399 باب المسح علی الخفین)

ترجمہ: حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے تصریح کی ہے کہ مسح علی الخفین کا حکم متواتر ہے۔ بعض حضرات نے اس کے روایت کرنے والوں کی تعداد کو جمع کیا تو ان کی تعداد 80 سے بھی متجاوز ہو گئی جن میں عشری مبشرہ بھی شامل ہیں۔

منسوخ آیات قرآنی کی تعداد:

علامہ بدرالدین زرکشی کے نزدیک تریسٹھ آیات منسوخ ہیں۔ (البرہان فی علوم القرآن)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے ہاں پورے قرآن میں کل انیس آیتیں منسوخ ہیں۔ (الاتقان از علامہ سیوطی ج2 ص23)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نزدیک پانچ آیات منسوخ ہیں۔ (الفوز الکبیر: ص60)

فائدہ:

یہ نزاع لفظی ہے نہ کہ حقیقی، کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں نسخ کا مفہوم بہت وسیع ہے، اس میں بیت سی وہ صورتیں داخل ہیں جو متاخرین کے ہاں "نسخ" میں نہیں آتیں مثلاً متقدمین کے نزدیک عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید وغیرہ نسخ کے مفہوم میں داخل ہیں اس کے برخلاف متاخرین صرف اس صورت کو نسخ قرار دیتے ہیں جس میں سابقہ حکم کو بالکلیہ ختم کر دیا گیا ہو محض عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید کو متاخرین نسخ شمار نہیں کرتے۔

حصہ ثانی

پہلی بحث: تفسیر اور تاویل کا معنی اور ان کے درمیان فرق

تفسیر کا معنی:

لغوی معنی:

التفسیر فی اللغة: تفعیل من الفَسْر بمعنی الإبانة والکشف وإظهار المعنی المعقول.

ترجمہ: لغت میں تفسیر "فسر" سے ہے جس کا معنی ہے: ظاہر کرنا، کھولنا اور معنی معقول بیان کرنا۔

(مباحث فی علوم القرآن للشیخ مناع القطان: ص 323)

اصطلاحی معنی:

1: هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ فَهْمُ كِتَابِ اللهِ الْمُنَزَّلِ عَلىٰ نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانُ مَعَانِيْهِ وَاسْتِخْرَاجُ أَحْكَامِهِ وَحِكَمِهِ

(البرهان فی علوم القرآن لبدر الدین الزرکشی: 29)

ترجمہ: علم تفسیر وہ علم ہے جس سے اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب "قرآن کریم" کی سمجھ حاصل کی جاسکے، اس کے معانی کی وضاحت اوراس کے احکام اور حکمتوں کو نکالا جاسکے۔

2: عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ كَيْفِيَّةِ النُّطْقِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ، وَمَدْلُوْلَاتِهَا، وَأَحْكَامِهَا الْإِفْرَادِيَّةِ وَالتَّرْكِيْبِيَّةِ، وَمَعَانِيْهَا الَّتِيْ تُحْمَلُ عَلَيْهَا حَالَةَ التَّرْكِيْبِ، وَتَتِمَّاتٌ لِذٰلِكَ كَمَعْرِفَةِ النَّسْخِ وَسَبَبِ النُّزُوْلِ وَقِصَّةٍ تُوَضِّحُ مَا أُبْهِمَ فِي الْقُرْآنِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ.

(روح المعانی: ج 1 ص 4)

ترجمہ: علم تفسیر وہ علم ہے کہ جس میں قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے اور ان کے مفہوم اور ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور اُن معانی سے بحث کی جاتی ہو جو کہ ان الفاظ سے جوڑنے کی حالت میں مراد لیے جاتے ہیں اور ان معانی کا تکملہ جو ناسخ و منسوخ اور شان نزول اور غیر واضح مضمون کی وضاحت میں بیان کیا جائے۔

مندرجہ بالا تعریف کی روشنی میں علم تفسیر کے درج ذیل اجزاء ہیں:

1: الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے

2: الفاظ قرآن کے مفہوم

3: الفاظ کے انفرادی احکام

4: الفاظ کے ترکیبی احکام

5: ترکیبی حالت میں الفاظ کے مجموعی معنی

6: معانی کے تکملے یعنی آیات قرآنی کا پس منظر اور مجمل کی تفصیل

تاویل کا معنی:

والتأویل فی اللغة: مأخوذ من الأَوْل، وهو الرجوع إلی الأصل.

(مباحث فی علوم القرآن للشیخ مناع القطان: ص 326)

ترجمہ: لغت میں "تاویل" اَوّل سے مشتق ہے جس کا معنی "اصل کی جانب لوٹنا" ہے۔

تفسیر و تاویل میں نسبت / فرق:

1: **هما بمعنى.** [بعض کے ہاں یہ دونوں ہم معنی ہیں]

2: **التفسير أعم وأكثر إستعماله فى الألفاظ ومفرداتها فى الكتب الألهية وغيرها والتأويل فى المعانى والجمل فى الكتب الألهية خاصة.** [تفسیر کا عام اور اکثر استعمال کتبِ الہیہ اور اس کے علاوہ دیگر کتب کے الفاظ اور مفردات میں ہوتا ہے جبکہ تاویل کا استعمال صرف کتب الہیہ کے معانی اور جملوں میں ہوتا ہے]

3: **التفسير القطع بأن مراد الله تعالى كذا والتأويل ترجيح أحد المحتملات بدون قطع.** [تفسیر مراد الٰہی کو قطعی طور پر بیان کرنے کا نام ہے، جبکہ تاویل چند احتمالات میں سے ایک کو راجح کرنے کا نام ہے]

4: **التفسير ما يتعلق بالرواية والتأويل ما يتعلق بالدراية .** [تفسیر وہ ہے جو روایت سے متعلق ہو اور تاویل وہ ہے جو درایت سے متعلق ہو]

(روح المعانی للعلامۃ آلوسی: ج1ص4)

دوسری بحث: تفسیر قرآن کے قابلِ اعتبار ماخذ

وہ قابل اعتبار ذرائع جن سے قرآن کریم کی تفسیر معلوم ہو سکتی ہے، علماء امت نے ان کی تعداد چھ بتائی ہے:

(۱) تفسیر القرآن بالقرآن

(۲) تفسیر القرآن بالاحادیث النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین

(۴) تفسیر القرآن باقوال التابعین رحمہم اللہ

(۵) تفسیر القرآن بلغۃ العرب۔

(۶) تفسیر القرآن بعقل سلیم۔

ہر ماخذ کی مختصر تفصیل ضروری مثالوں کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے:

(۱) تفسیر القرآن بالقرآن

مثلاً ایک جگہ ابہام پایا جا رہا ہو، یا کوئی بات مجمل دکھائی دے رہی ہو تو دوسری آیت اس ابہام کو دور کرتی اور اجمال کی توضیح کر دیتی ہے۔

پہلی مثال: اهْدِنَا الصِّرٰطَ الْمُسْتَقِيمَ. صِرٰطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ"۔ (الفاتحۃ:۷،۶)

ترجمہ: [اے اللہ!] ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

منعم علیہم کی تفسیر کی درج ذیل آیت میں کی گئی ہے:

"وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِينَ" (النساء:96)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

دوسری مثال: "فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ o اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" (البقرۃ:37)

ترجمہ: پھر آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے (توبہ کے) کچھ الفاظ سیکھ لیے (جن کے ذریعہ انہوں نے توبہ مانگی) چنانچہ اللہ نے ان کی توبہ قبول

کرلی، بے شک وہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔

کلماتِ توبہ کی تفسیر درج ذیل آیت میں موجود ہے:

"قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" (الاعراف:23)

ترجمہ: ان دونوں [حضرت آدم اور حضرت حواء] نے کہا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نقصان پانے والے لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔

تفسیر القرآن بالقرآن کے موضوع پر مدینہ منورہ کے ایک عالم دین شیخ محمد امین بن محمد مختار کی کتاب "اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن" کے نام سے چھپ چکی ہے۔ جس کا مطالعہ اس عنوان پر مفید ثابت ہو گا۔

(۲) تفسیر القرآن بالاحادیث النبویہ علی صاحبہا السلام

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں بھیجنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے قرآنی آیات کی تفسیر و توضیح فرمائیں۔

وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ.

(النحل:44)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان فرمادیں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہیں۔

اس لیے قرآن کی تفسیر میں آپ کی احادیث کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

پہلی مثال:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ. (البقرۃ:187)

ترجمہ: اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح [صادق] کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح نہ ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیط ابیض اور خیط اسود کی مراد کو اپنے ارشاد سے واضح فرمایا: هو سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.

(صحیح البخاری: ج2 ص647 باب قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی، وَكُلُوا وَاشْرَبُوا)

کہ خیط ابیض سے مراد صبح صادق اور خیط اسود سے مراد صبح کاذب ہے۔

دوسری مثال:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ. (النور:2)

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ۔

اس آیت سے زانیہ اور زانی کی سزا میں سو کوڑے مارنے کا ذکر ہے، بظاہر اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کی جو تفسیر احادیثِ مبارکہ میں ہے اس میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر شادی شدہ کو کوڑوں کی سزا دی جائے گی ۔ صحیح البخاری میں ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصِنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبِ عَامٍ.

(صحیح البخاری: ج1 ص361 باب شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي)

ترجمہ: زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زنا کرنے والوں کو سو کوڑے مارنے کا اور ایک سال کے لیے وطن سے نکالنے کا حکم دیا۔

اور شادی شدہ مرد وعورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

الشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ إِذَازَنَیَا فَارْجُمُوھُمَا أَلْبَتَّةَ. رَجَمَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَہٗ.

(سنن ابن ماجہ: ص186 باب الرجم)

ترجمہ: شادی شدہ مرد وعورت جب زنا کے مرتکب ہوں تو ان کو سنگسار کر دو۔ راوی کہتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ایسی سزا دی ہے اور بعد میں ہم نے بھی ایسی سزا دی ہے۔

نوٹ: غیر شادی شدہ زانی کے لیے ایک سال کی جلاوطنی کی سزا قاضی کی صوابدید پر موجود ہے، زنا کی سزا کا جزوِلازم نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے فقہ کی کتب ملاحظہ فرمائیں۔

اس نقطۂ نظر سے کئی تفاسیر معرض وجود میں آئی ہیں، مثلاً قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کی انوار التنزیل والتاویل، علامہ خازن کی لباب التاویل فی معانی التنزیل، علامہ ابن کثیر کی تفسیر القرآن العظیم۔ اسی سلسلہ کی کڑی اردو زبان میں تفسیر حقانی از مولانا عبد الحق حقانی دہلوی بھی ایک اچھی کاوش ہے۔

(۳) تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قرآن کریم کی تعلیم وتربیت حاصل کی، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی پوری زندگی اس کام کے لیے وقف کر دی؛ چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقاً سبقاً قرآن کریم کو پڑھا، مشہور تابعی ابو عبد الرحمن سلمی فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا الَّذِیْنَ کَانُوْا یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ کَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَعَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَغَیْرِھِمَا أَنَّھُمْ کَانُوْا إِذَا تَعَلَّمُوْا مِنَ النَّبِیِّ ﷺ عَشَرَ آیَاتٍ لَمْ یَتَجَاوَزُوْھَا حَتّٰی یَعْلَمُوْا مَافِیْھَا مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ.

(الاتقان فی علوم لقرآن: ج2 ص176 النوع الثامن والسبعون)

ترجمہ: ہمیں ایسی ہستیوں نے تعلیم دی جو قرآن کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا کرتے تھے مثلاً حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ انہوں نے ہمیں یہ بتایا کہ وہ لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے تو ان آیتوں سے آگے نہ بڑھتے جب تک ان آیتوں کی تمام علمی و عملی باتوں کو نہ جان لیتے۔

اسی وجہ سے مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر منقول ہے:

کَانَ الرَّجُلُ إِذَاقَرَأَ الْبَقَرَۃَ وَآلَ عِمْرَانَ جَدَّ فِیْنَا.

(مسند احمد، مسند انس بن مالک، حدیث نمبر: ۱۱۷۶۹)

ترجمہ: جب کوئی شخص سورۃ بقرہ وآل عمران کو پڑھ لیتا تو وہ ہماری نظروں میں بہت ہی عزت والا سمجھا جاتا۔

پہلی مثال: ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس آیت:

﴿أَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا﴾

[الانبیاء: ۳۰]

ترجمہ: کیا کفار نے دیکھا نہیں کہ آسمان وزمین بند تھے، پھر ہم نے ان کو کھول دیا۔

کی تفسیر دریافت کی:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے اس کی تفسیر معلوم کرو اور وہ جو تفسیر بتائیں مجھے بھی بتاتے جانا۔ وہ شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آسمان

خشک تھے، ان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بانجھ تھی اس سے کچھ اُگتا نہیں تھا، بارش کے طفیل زمین یہ پودے اگانے لگی؛ گویا آسمان کا فتق (پھٹنا) بارش کے ساتھ ہے اور زمین کا پھل پودے اگانے سے۔ اس شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ تفسیر بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو خصوصی علم عطا ہوا ہے، واقعی انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ (روح المعانی: ج17 ص35)

دوسری مثال: وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَاَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ (البقرۃ: 195)

ترجمہ: اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو، بیشک اللہ تعالی نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ اور ارشاد نقل کیا ہے:

عن أسلم أبي عمران قال: حمل رجل من المهاجرين بالقسطنطينية على صف العدو حتى خَرَقه، ومعنا أبو أيوب الأنصاري، فقال ناس: ألقى بيده إلى التهلكة. فقال أبو أيوب: نحن أعلم بهذه الآية إنما نزلت فينا، صحبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وشَهِدنا معه المشاهد ونصرناه، فلما فشا الإسلام وظهر، اجتمعنا معشر الأنصار نَجِيًا، فقلنا: قد أكرمنا الله بصحبة نبيه صلى الله عليه وسلم ونَصْرِه، حتى فشا الإسلام و كثر أهلُه، و كنا قد آثرناه على الأهلين والأموال والأولاد، وقد وضعت الحرب أوزارها، فنرجع إلى أهلينا وأولادنا فنقيم فيهما. فنزل فينا: { وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ } فكانت التهلكة [في] الإقامة في الأهل والمال وترك الجهاد. (تفسیر ابن کثیر: ج1 ص300 تحت قولہ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ)

کہ اس آیت میں "التهلكة" سے مراد گھر اور مال کی مصروفیات میں لگا رہنا اور جہاد کو چھوڑ بیٹھنا ہے۔

تفسیر القرآن باقوال الصحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں چند باتیں قابلِ توجہ ہیں:

1: اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اصولِ حدیث کے مطابق قبول کیا جائے گا۔

2: قولِ صحابی اگر معارض مرفوع حدیث ہو تو حدیث مرفوع کو ترجیح ہو گی۔

3: اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف کی صورت میں تطبیق دی جائے ورنہ مجتہد جس قول کو ترجیح دے گا وہ قابلِ قبول ہو گا۔

(۴) تفسیر القرآن باقوال التابعین رحمہم اللہ

اس بارے میں چند باتیں قابلِ توجہ ہیں:

1: یہاں "تابعین" سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علمی استفادہ کیا ہو۔

2: تابعی اگر قولِ صحابی نقل کرے تو اس کا حکم قولِ صحابی والا ہو گا۔

3: قولِ تابعی حجت ہو گا اگر اس کے مقابل قولِ تابعی نہ ہو ورنہ دوسرے دلائل سے ترجیح دی جائے گی۔

(۵) تفسیر القرآن بلغۃ العرب

جہاں قرآن وسنت اور آثار صحابہ وتابعین میں کوئی صراحت نہ ملے تو آیت کی تفسیر لغت عرب کے عام محاورات کے مطابق کی جائے گی۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

مثال: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آیت :

اَوۡ یَاۡخُذَہُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ۔ (النحل:۴۷)

ترجمہ: یا [اللہ تعالیٰ] انہیں دھیرے دھیرے گھٹاتے ہوئے پکڑ لے۔

کے معنی دریافت کیے۔ یہ سن کر قبیلہ بنو ھذیل کا ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ہماری زبان میں "تخوف" کمی اور نقصان کو کہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیا عربی اشعار میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، ہمارے شاعر ابو کبیر الھذلی نے اپنی اونٹنی کی

تعریف ان اشعار میں کی ہے:

تَخَوَّفَ الرِّحْلُ منها تامِكاً قَرِداً * كما تَخَوَّفَ عُودَ النبعةِ السَّفَنُ

ترجمہ: کجاوہ کی رسی اونٹنی کے کوہان کے بال کو کم کرتی رہتی ہے، جیسا کہ لوہا کشتی کی لکڑی کو کم کرتا رہتا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: اپنے دیوان کو تھامے رکھو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: دیوان سے کیا مراد ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کے اشعار، اس میں قرآن کی تفسیر اور تمہاری زبان کے معانی موجود ہیں۔

(روح المعانی۱۰/۱۷۹)

(٦) تفسیر القرآن بعقل سلیم

عقل سلیم کی دنیا کے ہر کام میں اہمیت ہوتی ہے اور پچھلے مآخذ سے فائدہ اٹھانا بھی بغیر عقل سلیم کے معتبر نہیں۔ اہل علم نے اس معاملہ میں یہ اصول بتایا ہے کہ عقل سلیم کے ذریعہ مستنبط ہونے والے وہی مسائل اور معارف معتبر ہوں گے جو سابق مآخذ سے متصادم نہ ہوں۔ اس عنوان پر تفسیریں بھی لکھی گئی ہیں، علامہ ابو السعود کی "ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم" اور "تفسیر التُستری" اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہیں۔

تیسری بحث: تفسیر قرآن کے ناقابلِ اعتبار ماخذ

ماقبل میں ان مآخذِ تفسیر کا ذکر کیا گیا جو تفسیر کے لیے مستند و معتبر حیثیت کے حامل ہیں۔ اب غیر مستند و غیر معتبر مآخذ پیش کیے جاتے ہیں۔

[۱] اسرائیلی روایات [۲] تفسیر بالرائے

[۱]: اسرائیلی روایات:

(۱) تعریف:

"الاسرائیلیات: الاخبار المنقولة عن بنی اسرائیل من الیهود وهو الاکثر اومن النصاری"۔ (قسم التفسیر واصولہ:۱/۴۷)

ترجمہ: اسرائیلیات وہ روایات ہیں جو بنی اسرائیل یعنی یہودیوں سے بکثرت منقول ہیں، یا نصاریٰ سے منقول ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"اسرائیلیات یا اسرائیلی روایات ان روایات کو کہتے ہیں جو یہودیوں یا عیسائیوں سے ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے بعض براہِ راست بائبل یا تالمود سے لی گئی ہیں بعض منشاء اور ان کی شروح سے اور بعض وہ زبانی روایات ہیں جو اہل کتاب میں سینہ بسینہ نقل ہوتی چلی آئی ہیں اور عرب کے یہود و نصاری میں معروف و مشہور تھیں"۔ (علوم القرآن از شیخ الاسلام: ۳۴۵)

(2) اسرائیلیات کا حکم:

اسرائیلیات کے بارے میں علمائے امت کا نظریہ تقریبا ایک ہی ہے، اگرچہ الفاظ و تعبیرات مختلف ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولكن هذه الأحاديث الإسرائيلية تذكر للاستشهاد، لا للاعتضاد، فإنها على ثلاثة أقسام:

أحدها: ما علمنا صحته مما بأيدينا مما يشهد له بالصدق، فذاك صحيح. [جن کی تصدیق دوسرے خارجی دلائل سے ہو چکی ہے مثلا: فرعون کا غرق ہونا]

والثانی: ما علمنا کذبه بما عندنا مما یخالفه.[جن کا جھوٹ ہونا خارجی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے، مثلاً: یہ کہانی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آخر عمر میں (معاذ اللہ) بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے]

والثالث: ما ھو مسکوت عنه لا من ھذا القبیل ولا من ھذا القبیل، فلا نؤمن به ولا نکذبه، وتجوز حکایته لما تقدم، وغالب ذلك مما لا فائدة فیه تعود إلی أمر دینی.[جن کے بارے میں خارجی دلائل سے نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ سچی ہیں اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹ ہیں، مثلاً تورات کے احکام وغیرہ]

(تفسیر ابن کثیر: ج1 ص9، 10 مقدمہ)

[۲]: تفسیر بالرائے:

تفسیر بالرائے کے متعلق اہل علم کے پانچ اقوال ملتے ہیں:

اول: یہ کہ تفسیر قرآن کیلئے جن علوم کی ضرورت ہے' کوئی شخص ان کو حاصل کئے بغیر تفسیر کرنے بیٹھ جائے۔

دوم: کوئی شخص ان متشابہات کی تفسیر کرنے لگے جن کی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوم: غلط مذہب کو ثابت کرنے کے لئے تفسیر کرنا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مذہب فاسد کو تو اصل بنائے اور تفسیر کو اس کے تابع کرے اور جس طرح بھی ممکن ہو کھینچ تان کر قرآن کریم کو اپنے مذہب پر چسپاں کرنے کی کوشش کرے۔

چہارم: بغیر دلیل کے کسی آیت کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قطعی مراد یہ ہے۔

پنجم: محض اپنی خواہش و پسند کے مطابق تفسیر کرنا۔

(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی: ج2 ص183)

(2) تفسیر بالرائے کا حکم:

تفسیر بالرائے حرام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں:

من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار. (جامع الترمذی: ج2 ص123 باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ)

ترجمہ: جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

اسی طرح حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادِ فرمایا:

من قال فی القرآن برایه فاصاب فقد اخطأ.

(جامع الترمذی: ج2 ص123 باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ، سنن ابی داوٗد: ج2 ص158 باب الکلام فی کتاب اللہ بغیر علم)

ترجمہ: جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی' اس نے اگر ٹھیک کیا تب بھی غلط کیا۔

چوتھی بحث: تفسیر القرآن کے لیے ضروری علوم

یہ بحث مفصلاً ہم نے "فہم قرآن اور تفہیم قرآن" کے عنوان سے مقدمہ میں کر دی ہے۔ وہیں ملاحظہ فرمالی جائے۔

پانچویں اور چھٹی بحث

بعض مفسرین اور ان کی تفاسیر کا تعارف

قرآن مجید کی تفاسیر بہت زیادہ لکھی گئی ہیں۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قد بلغت تفاسیر القرآن المؤلفةُ الیٰ مِأتی الفٍ.

(مقدمہ مشکلات القرآن للبنوری: ص12)

کہ قرآن مجید کی لکھی گئی تفاسیر کی تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔

چند مشہور تفاسیر اور ان کے مفسرین کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

عربی تفاسیر

1: تاویلات اہل السنۃ

مفسر: ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی السمرقندی الحنفی (م 333ھ)

آپ ماوراء النہر سمرقند کے ایک گاؤں "ماترید" میں پیدا ہوئے۔ معتزلہ کا شدت کے ساتھ رد کرنے کی وجہ سے ابو الحسن اشعری کے بعض ان افکار کا جن کا دفاع کرنا ادلہ شرعیہ کی روشنی میں مشکل تھا، اصلاح فرمائی اور معتزلہ کی تردید اور اہل السنۃ والجماعۃ کے افکار کی تائید میں راہِ اعتدال اختیار فرمائی۔ فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ "تاویلات اہل السنۃ" کے نام سے قرآن پاک کی ایک تفسیر بھی تحریر فرمائی۔ اس کے علاوہ بھی متعدد کتب تصنیف فرمائیں جن میں کتاب التوحید، کتاب رد اوائل الادلۃ للکعبی، کتاب بیان وھم المعتزلۃ، کتاب المقالات، کتاب الجدل وغیرہ شامل ہیں۔ آپ محدث کبیر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔

تفسیر کا تعارف:

اس تفسیر میں ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے:

1: آیات میں ممکنہ احتمالات ذکر کرنے کے بعد ہر احتمال پر علمی مناقشہ فرماتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ثقہ مفسرین کے اقوال لاکر راجح قول کا تذکرہ "والاصل عندنا" یا "وعندنا" کے الفاظ سے کرتے ہیں۔

2: اگر آیت کی تفسیر کسی غیر اہل السنت نے کی ہو تو اس کا نام صراحت سے لیتے ہیں مثلاً ابو بکر الاصم یا جعفر بن حرب یا اس فرقہ کا نام لیتے ہیں جو اس قول کا قائل ہوتا ہے مثلاً معتزلہ، کرامیہ، خوارج وغیرہ۔ پھر اس شخص یا اس فرقہ کا نظریہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے رد کرتے ہیں۔

3: جب کوئی آیت کسی فقہی مسئلہ سے متعلق ہو تو اس کی تفسیر اپنے امام امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق کرتے ہیں۔

4: آیاتِ قرآنی کی تاویلات کرتے ہوئے مختلف قراءتوں کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں حتیٰ کہ قراءات شاذہ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔

5: آیات کی تفسیر کے دوران جب لغوی معنی کی احتیاج ہو تو اپنی رائے ضرور بیان کرتے ہیں۔

6: ان کے دور میں اگر کسی نے ان پر رد کرتے ہوئے حدود سے تجاوز کیا ہو تو اس کی غلطی پر تنبیہ ضرور کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر اس تفسیر میں عقائد و نظریات کے بیان کے ساتھ ساتھ فقہی مسائل کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

2: احکام القرآن للجصّاص

مفسر: امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الحنفی المعروف بالجصاص (م370ھ)

تفسیر کا تعارف:

آپ فقہاء حنفیہ میں ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں اس لیے آپ کی تفسیر کا موضوع قرآن کریم سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط ہے۔ آپ نے صرف اُن آیتوں کی تفسیر بیان فرمائی ہیں جو فقہی احکام پر مشتمل ہیں۔

3: تفسیر کبیر

مفسر: امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسين الرازي الشافعي فخر الدین رازی رحمہ اللہ (م606ھ)

مشہور مفسر، محدث، فقیہ اور فلسفی ہیں۔ "رے" (ایران) میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ضیاء الدین عمر خطیب تھے، اس لیے آپ "ابن الخطیب" بھی کہلاتے ہیں۔ آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد تھے۔ خوارزم میں معتزلہ عقائد کے خلاف تبلیغ کے لیے گئے لیکن وہاں سے بخارا اور سمرقند جانے پر مجبور ہوئے۔ 1190ء میں غزنی اور پنجاب کا دورہ کیا۔ پھر ہرات میں مستقل سکونت اختیار کی اور ایک مدرسے میں شیخ الاسلام کی حیثیت سے تدریس میں مصروف ہو گئے۔ سلطان علاؤالدین محمد خوارزم شاہ آپ کا سرپرست تھا۔ حاسدوں نے آپ کو زہر دے دیا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ آپ نے علوم دین کو فلسفیانہ پیرائے میں پیش کیے۔ علم الکلام میں مشہور تصنیف "اساس التقدیس" ہے۔

تفسیر کا تعارف:

اس تفسیر کا اصلی نام "مفاتیح الغیب" ہے، لیکن "تفسیر کبیر" کے نام سے مشہور ہے، چونکہ آپ متکلمینِ اسلام کے امام ہیں، اس لیے تفسیر میں عقلی اور کلامی مباحث اور باطل فرقوں کی تردید پر بہت زور دیا گیا ہے، مسائل کو دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہے، آیت پر ہونے والے امکانی سوال قائم کر کے جواب تحریر کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حلِ قرآن کے لحاظ سے بھی یہ تفسیر اپنی نظیر آپ ہے، اور اس میں جس دلنشین انداز میں قرآن کریم کے معانیکی توضیح اور آیاتِ قرآنی کے باہمی ربط کی تشریح کی گئی ہے، وہ بڑا قابلِ قدر ہے۔ صاحبِ کشف الظنون حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ امام رازیؒ نے سورہ فتح تک کی تفسیر خود لکھی ہے، اس کے بعد وہ اسے پورا نہ کر سکے، چنانچہ سورہ فتح سے آخر تک کا حصّہ قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقیؒ (م639ھ) یا شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولیؒ (م777ھ) نے مکمل فرمایا۔

4: تفسیر ابن کثیر

مفسر: حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ)

آپ 700ھ میں شام کے شہر "بصرہ" کے مضافات میں "مجدل" نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تاریخ، علم الرجال اور نحو میں مہارت حاصل کی۔ عرصہ تک علامہ مزی اور پھر علامہ ابن تیمیہ کی صحبت میں رہے۔ آپ علامہ ابن تیمیہ کے ہم نوا تھے اس لیے کافی آزمائشوں اور آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے 774ھ میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرہ صوفیہ میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ آپ کی مشہور تصانیف: تفسیر القرآن الکریم جو تفسیر ابن کثیر کے نام سے معروف ہے اور اس کے اردو زبان میں کئی تراجم بھی ہیں، البدایہ والنہایہ، رسالۃ فی فضائل القرآن، السیرۃ النبویہ، الاجتہاد فی طلب الجہاد، الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول آپ کی معروف تصانیف میں شامل ہیں۔

تفسیر کا تعارف:

تفسیر ابن کثیر دراصل "تفسیر ابن جریر" سے مستفاد ہے۔ تاہم ابن جریر رحمہ اللہ کے برخلاف صحت روایت کا کافی التزام کرتے ہیں۔ آیات کی تفسیر روایات وآثار اور متقدمین کے اقوال کی روشنی میں کرتے ہیں۔ اس تفسیر کے بارے میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا: لَمْ

یُؤلَّف علی نَمَطِہٖ مثلُہٗ (اس طرز پر دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی) شیخ الاسلام محمد زاہد بن حسن الکوثری فرماتے ہیں: ھُوَ مِنْ أَفْيَدِ كُتُبِ التَّفْسِيْرِ بِالرِّوَايَةِ (یعنی تفسیر ابن کثیر، تفسیر بالروایہ میں سب سے زیادہ مفید کتاب ہے) محقق العصر حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مصنف اس کتاب میں پہلے “تفسیر القرآن بالقرآن” کا اہتمام کرتے ہیں، پھر تفسیر القرآن بالاحادیث النبویہ کا اہتمام کرتے ہوئے اسانید پر بحث کرتے ہیں، پھر تفسیر القرآن باقوال الصحابہ والتابعین کا اہتمام کرتے ہیں۔

اس تفسیر کا طرز مختصرا یہ ہے:

1: آپ دوران بحث جرح وتعدیل کے اصولوں کے مطابق صحیح روایات کو ضعیف روایات سے نکھار کر پیش کرتے ہیں۔

2: آیات کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں۔ احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر میں فقہی مسائل پر بھی بحث کرتے ہیں اور فقہاء کے اختلافی اقوال ودلائل بیان کرتے ہیں۔

3: مختلف مقامات پر لغت عرب سے استدلال کرتے ہیں اور اقوال عرب کو نظائر وشواہد کے طور پر پیش کرتے ہوئے آیت کی تشریح بیان کرتے ہیں۔

4: قرآنی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے حسب موقع اختلاف قرأت واعراب، صرفی ونحوی ترکیب اور الفاظ کی لغوی تحقیق کے علاوہ ان کے مصادر، تثنیہ، جمع اور اصطلاحی مفہوم بھی بیان کرتے ہیں۔

5: ناسخ ومنسوخ آیات کی وضاحت، ان کے بارے میں مفسرین اور فقہاء کی اختلافی آراء اور جمہور کی تائید میں اپنے نقطہ نظر کا اظہار کرتے ہیں۔

6: اسرائیلی روایات کے بارے میں جمہور کا موقف بیان کرتے ہیں۔

5: روح المعانی

مفسر: علّامہ ابو الثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی (م1270ھ)

آپ “آلوس” نامی گاؤں میں پیدا ہوئے جو بغداد اور ملک شام کے درمیان واقع تھا۔ آپ اپنے زمانے میں تفسیر، حدیث، فقہ واصول فقہ، علم ہیئت، صرف ونحو اور منقولات ومعقولات کے امام تھے۔

علامہ آلوسیؒ نے حصول تعلیم کے بعد تیرہ برس کی عمر سے تعلیم وتدریس کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا۔ آپ خود لکھتے ہیں:

“میں نے 1252ھ میں تفسیر شروع کی اور پندرہ سال میں 4 ربیع الاول 1267ھ کو مکمل فرمائی۔”

تفسیر کا کام مکمل ہونے پر آپ اس عظیم الشان کاوش کا نام رکھنے کے بارے میں پریشان تھے، مقدمہ میں لکھتے ہیں:

“وزیر اعظم رضا پاشا کے سامنے میں نے اپنی اس مشکل کو پیش کیا تو انہوں نے فی الفور اس کا نام “روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی” تجویز کر دیا”۔

تفسیر کا تعارف:

اس کا پورا نام “روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی” ہے۔ یہ تیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ مفسر نے اپنی اس تفسیر کو بڑی حد تک جامع بنانے کی کوشش کی ہے۔ لغت، نحو، ادب اور بلاغت کے علاوہ فقہ، عقائد، کلام، فلسفہ، ہیئت، تصوّف اور متعلقہ رویات پر بھی مبسوط بحثیں کی ہیں اور کوشش یہ کی ہے کہ آیت سے متعلق کوئی علمی گوشہ تشنہ نہ رہے۔ روایات حدیث کے معاملے میں بھی اس کے مصنف دوسرے مفسرین کے مقابلے میں محتاط رہے ہیں، اس لحاظ سے یہ بڑی جامع تفسیر ہے۔

6: مدارک التنزیل

مفسر: علامہ امام حافظ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی (م 710ھ)

آپ بہترین متکلم، زاہد، متقی و پرہیز گار تھے۔

تفسیر کا تعارف:

یہ تفسیر نہایت عمدہ، جامع اور مختصر ہے۔ اس میں گمراہ فرقوں کے عقائد باطلہ کی بھی بھرپور تردید کی گئی ہے۔ اسرائیلیات سے پاک ہے، اہلِ علم نے ہمیشہ اسے پذیرائی بخشی ہے۔ اس میں فقہی مسائل و دلائل حنفی نقطہ نظر سے بیان ہوئے ہیں۔

7: جلالین

مفسر: علامہ جلال الدین محمد بن احمد بن محمد محلی (864ھ) اور علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (م 911ھ)

دونوں کا لقب چوں کہ جلال الدین ہے، اس لیے تفسیر "تفسیر الجلالین" سے موسوم ہوئی، علامہ سیوطی کو دو لاکھ احادیث یاد تھیں اور متعدد دینی علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے۔ "الاتقان في علوم القرآن، لباب النقول في أسباب النزول" وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں، آپ علامہ محلی کے شاگرد ہیں۔ علامہ محلیؒ نے "سورۃ الکہف" سے اخیر قرآن تک کی تفسیر لکھی اور شروع سے "سورۃ الفاتحہ" کی تفسیر لکھی تھی کہ وفات پاگئے۔ پھر علامہ سیوطی نے اپنے استاذِ محترم کے نہج کو باقی رکھتے ہوئے تفسیر پایۂ تکمیل تک پہنچائی۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ کوئی عالم محض مطالعہ کی بنیاد پر دونوں کے درمیان خطِ امتیاز نہیں کھینچ سکتا، دونوں شخصیتوں کے سامنے خصوصیت کے ساتھ شیخ موفق الدین کی دو تفسیریں رہی ہیں، ایک کا نام "تفسیر کبیر" ہے، جسے اہلِ علم "التبصرۃ" کے نام سے جانتے ہیں اور دوسری کا نام "تفسیر صغیر" ہے، جسے "تلخیص" کے نام سے جانا جاتا ہے، ان کے علاوہ تفسیر وجیز، بیضاوی اور ابن کثیر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر کا تعارف:

فن تفسیر کی ایک مختصر مگر جامع تفسیر ہے، اگر اسے قرآن مجید کا عربی ترجمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا، قرآنی اور تفسیری الفاظ سورۃ مدثر تک تقریباً برابر ہیں اس کے بعد تفسیری کلمات کی تعداد قرآنی کلمات سے زیادہ ہے۔ اس کی خصوصیات مختصراً یہ ہیں۔

1۔ قرآن مجید کی انتہائی مختصر تفسیر ہے

2۔ الفاظ کا لغوی معنٰی اور مرادی معنی بیان کیا گیا ہے

3۔ تفسیر کے لیے لمبی عبارت کی بجائے اشارات سے کام لیا گیا ہے

4۔ یہ تفسیر چونکہ دو بزرگوں کی ہے اور ان دونوں ہی کا لقب جلال الدین ہے اس لیے اس کتاب کا نام جلالین رکھا گیا۔

8: تفسیر مظہری

مفسر: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م 1225ھ)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کو "بیہقی وقت" کہتے تھے۔

تفسیر کا تعارف:

آپ نے اپنے شیخ طریقت مرزا مظہر جانِ جاناں دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اس کا نام "تفسیر مظہری" رکھا ہے۔ آپ کی یہ تفسیر بہت سادہ اور واضح ہے اور اختصار کے ساتھ آیات قرآنی کی تشریح معلوم کرنے کے لیے نہایت مفید ہے۔ الفاظ قرآنی کی تشریح کے ساتھ متعلقہ روایات کو بھی ذکر کیا گیا ہے اور دوسری تفسیروں کے مقابلے میں زیادہ چھان پھٹک کر کے روایات لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں حنفی نقطہ نظر کو انتہائی عمدہ پیرائے میں بیان کرتے ہوئے اس کی عمدہ ترجمانی کی گئی ہے۔ انتہائی عمدہ تفسیر ہے۔

خاتم المحدثین علامہ محمد انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ "شاید ایسی تفسیر بسیطِ ارض میں نہ ہو" (بروایت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری)

اردو تفاسیر

1: موضح البیان

یہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ ہے جو اپنی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں میں "الہامی ترجمہ" کے نام سے مشہور رہا ہے۔ حقیقت میں یہ قرآن کریم کا واحد ترجمہ ہے جو اردو میں پہلا بامحاورہ ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی الفاظ کی ترتیب اور اس کے معانی و مفہوم سے حیرت انگیز طور پر قریب ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمہ کی تکمیل میں تقریباً چالیس سال مشقت اٹھائی ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمہ میں متعدد خوبیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے:

"حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جیسے استعمال محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ویسے ہی باوجود پابندی محاورہ، قلت تغیر اور خفت تبدل میں بھی بے مثل ہے۔" (مقدمہ ترجمہ شیخ الہند)

2: تفسیر عثمانی

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی کے ترجمہ کو جدید اسلوب میں بیان کیا تھا اور سورۃ النساء تک اس کی مختصر سی تفسیر بھی تحریر فرمائی تھی لیکن ان کی تکمیل کو موقع میسر نہ آسکا' بقیہ فوائد حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نے تحریر فرمائے۔ اردو کی مختصر پر اثر تفسیر ہے۔

3: بیان القرآن

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

انتہائی عمدہ پیرائے میں منشاء قرآن کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ مضامین، سلاست، روانی، تعبیرات، حل اشکالات، بیان نکات غرض ہر لحاظ سے انتہائی عمدہ تفسیر ہے۔ اس کی قدر و منزلت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان دیگر تفاسیر کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس کا مطالعہ کرے۔

بیان القرآن کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جسے حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی سوانح میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

"بیان القرآن یعنی قرآن حکیم کی تفسیر جسے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے علم ریز قلم نے تیار کیا جب اس کا مطبوعہ نسخہ دیوبند پہنچا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بالاستیعاب اس کا مطالعہ کیا تو طلباء سے درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ "میں نے اپنے ذوق علمی کو محفوظ رکھنے کے لیے اردو سے مطالعہ میں ہمیشہ پرہیز کیا تا آنکہ اپنی نجی مراسلت کی زبان بھی عربی اور فارسی ہی رکھی اور ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ اردو کا دامن علم و تحقیق سے خالی ہے لیکن مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے میں ترمیم کرنا پڑی اور اب میں سمجھتا ہوں کہ اردو بھی بلند پایہ علمی تحقیقات سے بہرہ ور ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ "بیان القرآن" جیسی چست تفسیر دیکھنے میں نہیں آئی"۔

درس کی یہ روایت کسی نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تک پہنچا دی۔ اسے سننے کے بعد ممدوح کا یہ تاثر تھا کہ "حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ایسے بڑے عالم کی تعریف و توثیق کے بعد میں "بیان القرآن" کے لیے کسی اور توصیف کا منتظر نہیں ہوں۔"

(حیات محدث کشمیری: ص288)

4: معارف القرآن (از مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ)

اردو زبان میں نہایت معروف وچست تفسیر ہے۔ ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا اور خلاصہ تفسیر حضرت حکیم الامت تھانوی کی تفسیر بیان القرآن سے لیا گیا ہے۔ ”معارف ومسائل“ کے عنوان کے تحت مفتی صاحب نے ضروری نکات اور مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔ اس تفسیر کا طرزِ بیان فقہی چاشنی سے لبریز ہے۔ اس کی چند خصوصیات یہ ہیں:

1: اس تفسیر میں ترجمہ حضرت شیخ الہند کا لیا گیا ہے۔

2: تفسیر بیان القرآن از حضرت تھانوی کو اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ متنِ قرآن کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ہی اس کی تفسیر وتوضیح قوسین کے درمیان کی گئی ہے، ترجمہ کو اس کے اوپر خط دے کر اور تفسیر کو بین القوسین لکھ کر ممتاز کر دیا گیا ہے۔

3: ”معارف ومسائل“ کے نام سے اپنی تحقیق وتشریح پیش کی ہے۔

4: مستند ومعتبر تفاسیر سے ایسے مضامین کو اہمیت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جو انسان کے دل میں قرآن کی عظمت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی عظمت ومحبت کو بڑھائیں، اور قرآن پر عمل اور اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف مائل کریں۔

5: معارف القرآن (از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

اس تفسیر کا طرز محدثانہ' ترجمہ شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ہے اور تفسیر میں بیان القرآن کی پیروی کی گئی ہے۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اس تفسیر کی تکمیل نہیں فرما سکے تھے کہ اس دنیا سے رخصت ہوئے' ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے اس کی تکمیل فرمائی ہے اور باحسن انداز اسے پورا کیا ہے۔ تفسیر لکھنے کے کیا محرکات تھے انھیں مصنف موصوف نے کتاب کے مقدمہ ہی میں واضح فرمادیا ہے؛ چنانچہ لکھتے ہیں:

”میرے دل میں خیال آیا کہ ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جو مطالب قرآنیہ کی توضیح وتشریح اور ربط آیات کے علاوہ قدرے احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہؓ وتابعینؒ پر اور بقدر ضرورت لطائف ومعارف اور نکات اور مسائل مشکلہ کی تحقیقات اور ملاحدہ اور زنادقہ کی تردید اور ان کے شبہات اور اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہو پھر یہ کہ وہ ترجمہ اور تفسیر سلف صالحینؒ کے مسلک سے ذرہ برابر بھی ہٹا ہوا نہ ہو اور کسی جگہ بھی اپنی رائے اور خیال اور نظریہ کو قرآن کے بہانے سے پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب نہ دیا جائے، جیسا کے آج کل آزاد منشوں کا طریقہ ہے کہ قرآن کی تفسیریں لکھ کر اس لیے شائع کر رہے ہیں کہ تاویل اور تحریف کے ذریعے قرآنی تعلیمات کو مغربی تہذیب وتمدن کے مطابق کر دیں اور اپنے حسب منشاء قرآن کے معنی گڑھ کر خیالات باطلہ کے نام سے مسلمانوں میں پھیلا یا جائے۔“

6: ذخیرۃ الجنان

یہ امام اہل السنت حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دروس ہیں جو انہوں نے گکھڑ منڈی کی جامع مسجد بوہڑ والی میں پنجابی زبان میں دیے۔ اب اس کا اردو ترجمہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا محمد نواز بلوچ مد ظلہ نے کیا ہے جبکہ حضرت کے ایک عقیدت مند میر محمد لقمان صاحب اس کی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔

اس میں ترجمہ وتفسیر کے ساتھ ساتھ فرقِ باطلہ کے رد کا بھی بھرپور التزام کیا گیا ہے۔ درسِ قرآن کے حوالے سے نہایت عمدہ ہے۔ آپ کا طرزِ استدلال خالص علمی اور اندازِ بیان خالص عوامی ہے۔

7: معالم العرفان

مفسر: حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی نور اللہ مرقدہ

تعارف تفسیر:

تفسیر معالم العرفان دروس القرآن کے نام سے یہ آپ کے وہ عوامی دروس قرآن کریم ہیں جو جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں آپ فجر کی نماز کے بعد ارشاد فرماتے تھے، آپ کا معمول ہفتہ میں چار دن ہفتہ، اتوار، سوموار اور منگل کے دن قرآن کریم کے درس کا تھا جبکہ دو دن بدھ اور جمعرات کو حدیث کا درس اور جمعہ کے دن درس کی چھٹی، لیکن اس دن جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے تھے، ان دروس قرآن وحدیث اور خطبات کو الحاج لعل دین ایم اے نے کیسٹوں سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا، جن پر صوفی صاحبؒ نے نظر ثانی فرمائی، بعض مقامات میں حذف وترمیم، اضافہ جات اور حواشی لکھ کر انہیں شائع کرایا، بلامبالغہ یہ اس وقت اردو زبان میں دنیا کی سب سے بڑی تفسیر ہے جو پونے پانچ سو کیسٹوں میں محفوظ ہے اور تقریباً تیرہ ہزار سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، جو بیس ضخیم جلدوں میں شائع ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہے اور عوام وخواص کی ضروریات پوری کر رہی ہے، 1981ء میں اس کی طباعت کا آغاز ہوا تھا اور 1995ء میں اس طباعت مکمل ہوئی، گذشتہ سال احباب نے اسے سی ڈی پر بھی منتقل کر دیا ہے اور اب اسے انٹرنیٹ پر جاری کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، اس تفسیر کا تعارف پاکستان کے تمام قومی اخبارات میں شائع ہوا تھا جن میں نوائے وقت، پاکستان اور جنگ وغیرہ بھی شامل ہیں، ان سب نے ”اردو زبان میں دنیا کی سب سے بڑی تفسیر قرآن“ کی عنوان سے مضامین شائع کیے تھے، آج درس وتدریس، امامت وخطابت اور دینی شعبہ جات میں کام کرنے والے اکثر وبیشتر حضرات اس سے استفادہ کر رہے ہیں، جو اس کی عند اللہ وعند الناس مقبولیت کے واضح نشانی ہے، بڑے بڑے علماء نے اس کی افادیت کا اظہار کیا ہے اور عوام الناس کے ہر طبقہ میں بھی اسے سراہا گیا ہے بلکہ بلا امتیاز مسلک ومشرب ہر طبقہ کے لوگوں نے اس سے استفادہ کیا ہے، اور انشاء اللہ العزیز کرتے رہیں گے، اس تفسیر کو مکتبہ دروس القرآن نے شائع کیا ہے اور اس کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکی ہے، گذشتہ سال شجاع آباد کے ایک خاتون نے اس تفسیر پر ایم فل کا مقالہ بھی لکھا ہے جو منظور ہو گیا ہے اور اسے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان نے شائع کیا ہے۔

8: انوار البیان فی کشفِ اسرار القرآن

محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے۔ اندازِ بیان سلیس اور عام فہم ہے۔ مفسر نے اس میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ فقہی رنگ غالب نظر آتا ہے۔ احکام ومسائل کے بیان کے ساتھ ساتھ مواعظ ونصائح بھی بیان کیے ہیں۔ اسبابِ نزول، تفسیر وحدیث اور کتب فقہ کے حوالہ جات کے ساتھ بھرپور ہے۔

9: آسان ترجمہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کا ہے جس میں قرآن مجید کا ترجمہ انتہائی سلیس اور عام فہم کیا گیا ہے جو یقیناً ”آسان ترجمہ“ کہلانے کا مستحق ہے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ مختصر مختصر تفسیر وتوضیح بھی اس کی اہمیت کو چار چاند لگا دیتی ہے۔

نوٹ:

اردو میں اگر درس قرآن دینا ہو تو ان تفاسیر کو بالترتیب ملاحظہ فرماتے رہیں:

موضح البیان از حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر عثمانی، بیان القرآن از حضرت تھانوی، معارف القرآن از مفتی محمد شفیع عثمانی اور معالم العرفان از حضرت مولانا صوفی عبد الحمید۔ ان شاء اللہ آپ کے لیے آسانی ہو گی۔